سالنامہ

آئینۂ شاہ رضا



شمارہ نمبر:۲ سال ۲۰۱۶ء لکھنؤ


Blue Star Ferries

علوم شریعت و طریقت سے مرصع، نکاتِ تصوف سے آراستہ،

خانقاہی اخلاق و آداب سے پیوستہ،

سلسلۂ رضائیہ، جہانگیریہ، ابوالعلائیہ کا علمی و فکری ترجمان بنام

سالنامہ

آئینۂ شاہ رضا

شمارہ نمبر: ۲ سال ۲۰۱۶ء لکھنؤ

ایڈیٹر

نواز احمد سعیدی

ناشر و طابع

SER

Shah-e-raza Publications

Call : 9319232582, 9170183176 or email : serpublications@gmail.com

فہرست







کلمات تبریک

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ پروردگار عالم کا خاص انعام ہے کہ اس نے انسانوں پہ بندگی کی ذمہ داری سپرد فرمائی۔ جسے لینے سے تمام مخلوقات نے انکار کر دیا تھا۔ اب یہ انسانوں کا کام ہے کہ اس ذمہ داریٔ بندگی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائیں جو انکے سپرد فرمائی گئی ہے۔ اس لئے پروردگار عالم نے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے اپنے محبوب بندوں کی زمین پر جلوہ گری فرمائی تاکہ انکے وسیلے سے بندے، اپنی بندگی کا حق ادا کر سکیں۔ بزرگان دین کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ پریشان حال بندوں کی رہبری کے لئے ہمہ تن جان کھڑے رہتے، اور انکی اصلاح و درستگی کے لئے کتب و رسائل ترتیب فرماتے، اور انہیں سرچشمۂ ہدایت بنا دیتے۔ میں بہت ہی فرط و شادمانی کے ساتھ یہ تحریر کر رہا ہوں کہ سال نامہ آئینۂ شاہ رضا کا دوسرا ایڈیشن طبع ہو کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ جسکی ترتیب سے کتب تصوف کی ساری معلومات یکجا نظر آتی ہے۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل، اس رسالہ کو محبوب و مقبول بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

فقط۔

محمد صباحت حسن شاہ

سجادہ نشین و متولی درگاہ شاہ رضا، دادا میاں روڈ، مال ایوینیو، لکھنؤ

و درگاہ عنایتی، راحتی، فصاحتی، بھینسوڑی شریف، ملک، رامپور، یوپی

پیش لفظ

انسانی زندگی کا وجود خداوند قدوس کی بندگی و معرفت کا حصول ہے۔ اسی بنا پہ وہ اشرف الخلق کے عہدے سے ممتاز ہوا ہے۔ اس حقیقت سے کم وبیش ہر انسان آگاہ ہے کہ، بغیر معرفت خداوند قدوس، انسانی زندگی کا کوئی وجود نہیں۔ اس حقیقت کی تلاش میں انسان نہ حیراں ہے نہ سرگرداں ہے۔ جسکی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت کا متلاشی نہیں ہے۔ اور اسے تلاش و جستجو سے کوئی شغف بھی نہیں ہے۔ انکے جذبۂ بیداری کی تکوین کے لئے خداوند قدوس کے محبوب ترین بندے ہر طرف برآوردہ ہیں۔ اس کے باوجود ان میں بیداری کا احساس ناپید نظر آتا ہے۔ شاید اسکی وجہ انکا پراگندہ قلب ہے۔ جو انہیں حق کی جانب نہیں آنے دے رہا ہے۔ انکا شیشۂ دل اس قدر سیاہ ہو چکا ہے کہ ان میں حق و باطل کی تمیز کا درک بھی نہیں رہ گیا۔ ایسی صورت میں انکے ظلمت کدۂ دل میں چراغ نور جلانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ چراغ نور مرشد روحانی ہی جلا سکتا ہے۔ تا کہ اس کے چمک دار دل سے اس کا بھی شیشۂ دل منور ہو جائے، اور اس پر تصوف وطریقت اور انابت الی اللہ کا غلبہ ہو جائے۔ بلا شبہ تصوف وطریقت وہ سنگ میل ہے جسے طے کرنے کے بعد انسانی قلوب مظہر الٰہیہ کا پرتو بن جاتا ہے۔ اور اس پہ استعجاب و حیرت کا سربستہ راز منکشف ہو جاتا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے، جب راہ حق کے مسافر اپنے مرشد روحانی و شیخ ربانی کے دل سے اپنا رشتۂ دل مضبوط رکھیں۔ اور اپنا مطلوب و مقصود انہیں کی ذات کو جانیں۔ اور انہیں کی کتاب زندگی سے روشن عنوانات اخذ کریں تب کہیں جا کر انہیں میخانہ معرفت کا جام میسر آئیگا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ دور مسعود ملاحظہ کریں کہ جب تک ان کا دل مرشد اعظم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے وابستہ نہ ہوا تب تک وہ راہ ظلمت کے چوراہے پر کھڑے نظر آئے۔ پھر جیسے ہی انہوں نے اپنا رشتۂ دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے جوڑا، تو پھر کیا تھا" وہ دریائے معرفت وطریقت کے تاجدار بن گئے"۔ اور بعد الانبیاء ان حضرات کی ذات کو تسلیم کیا جانے لگا۔ اسی دور مسعود کا مظہر آج یہ سلاسل طریقت کی خانقاہیں ہیں۔ جہاں مثل نائب رسول ﷺ مشائخ عظام وہی کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ جو اس دور مسعود میں وقوع پذیر ہوئے تھے۔

بلا شبہ اسی کڑی میں خانقاہ شاہ رضا کا بھی نام آتا ہے جو سلسلۂ رضائیہ، جہانگیریہ، ابوالعلائیہ، کی مشہور و معروف خانقاہ ہے۔ جہاں اسی طریقۂ کار کے مطابق تعلیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دی جارہی ہے۔ اور رشد و ہدایت کا بھی وہی پیمانہ ہے جو بالترتیب مشائخ عظام کے ذریعے انجام پذیر ہے۔

حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ اپنے وقت کے قطب اعظم ہیں۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضور فخر العارفین سیدنا و مولانا عبد الحیٔ چاٹگامی قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ شریف تشریف لائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ خانقاہ شاہ رضا کے ۱۱۳رسال کی زریں تاریخ میں ایک سے بڑھکر ایک نامور ہستیاں پیدا ہوئیں۔ جو یادگار نمونۂ سلف بنکر کرۂ ارض کی زینت بن گئیں۔ اسی طمطراق کو دوبالا کرنے کی غرض سے حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ المعروف دادا سرکار قدس سرہٗ بموقع ۹۲رعرس شاہ رضا کے ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں نشر و اشاعت کا شعبہ قائم فرمایا۔ جس کے تحت سیرت و سوانح پہ مختلف کتابیں شائع ہوئیں۔ اور یہ رسالہ بنام سال نامہ آئینۂ شاہ رضا کا باقاعدہ اجراء ۱۰۷رعرس شاہ رضا کے موقع پر عمل میں آیا۔ جو کہ سلسلۂ رضائیہ جہانگیریہ، ابوالعلائیہ، کا علمی و فکری ترجمان ہے۔

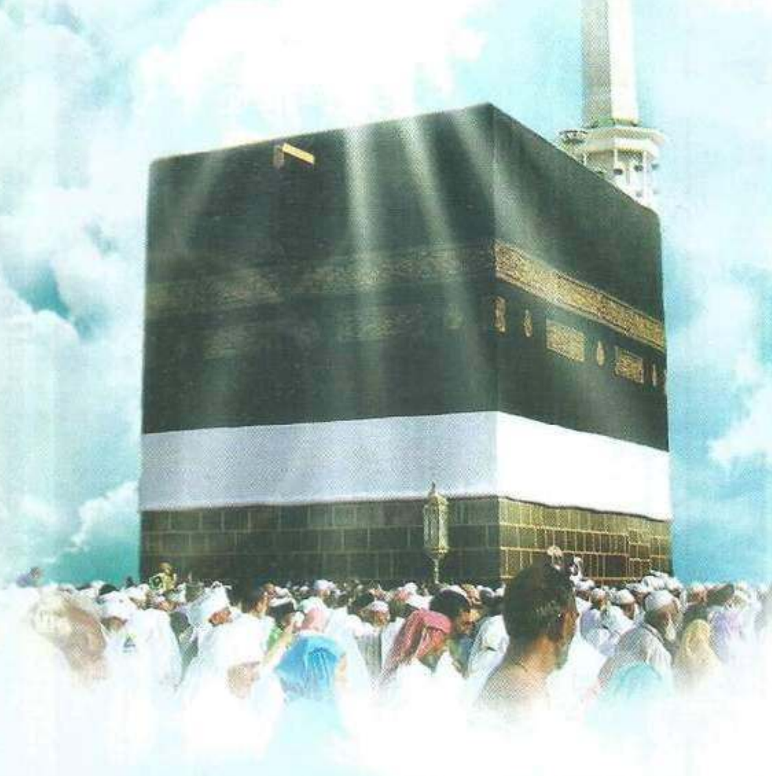
اس رسالہ کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں چند احسن کلمات بھی سپرد گوش ہوئے اور اصلاح برائے مزید برآں کے جملے بھی سماعتوں کے حوالے ہوئے۔ ایک طرف جہاں کلمات تحسین سے حوصلہ میں بالیدگی آئی وہیں کلمات اصلاح سے مزید در مزید کرنے کی سعی حاصل ہوئی۔ سال گزشتہ کی طرح سارے ابواب من وعن ہیں اور مضمون نگار حضرات کے مضامین بھی بدستور ہیں۔ فقط دو ترمیم درس حدیث و باب تصوف کی شکل میں ہوئیں، جس میں ڈاکٹر عاصم اعظمی و مولانا غلام مصطفےٰ ازہری صاحب کا نام شامل ہو گیا۔ کمپوزنگ، رسم الخط اردو و ہندی، طباعت و ادارت سب حسب سابقہ رکھا گیا ہے۔ قارئین کرام کے آسانی کے لئے سہل زبانی کا خاص خیال رکھا گیا۔

سلسلۂ پاک کے دستور العمل کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی کے مطابق مضامین کی ترتیب دی گئی، ساتھ ہی اس بات کی بھی کوشش کی گئی کہ وابستگان سلسلۂ عالیہ کے علاوہ دیگر حضرات کو بھی استفادہ کا موقع میسر آئے۔ جس سے انہیں دنیوی و اخروی زندگیوں کو کامیاب و کامران بنانے میں مدد حاصل ہو۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ سال گزشتہ کی طرح امسال بھی صرف اسکی تزئین پر غور نہ کریں، بلکہ اسکے مضامین کو بھی مطالعے میں رکھیں۔ تا کہ تصوف وطریقت کی جو بے بہا دولت ہے اس سے بھی آپ کو سرفرازی حاصل ہو جائے، رسالہ کی ترتیب و تدوین میں وقت کی درکار اہم ہوا کرتی ہے۔ مضمون نگار سے بار بار تقاضا اور ان حضرات کی عدم فرصتی یہ ساری چیزیں رسالہ کی ترتیب میں مانع ہوا کرتی ہیں۔

یہ فیضان ہے حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ کا، کہ سارا کام قبل از وقت ہو گیا۔ میں سال گزشتہ کی طرح امسال بھی ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جنکے مضامین اس رسالہ کی ترتیب میں معاون ثابت ہوئے۔ میں ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو مضمون نگار تک رسائی حاصل کرنے میں وسیلہ بنے۔ آخر میں کمپوزنگ کی مشکل ترین ذمہ داری کو حسن خوبی کے ساتھ انجام دینے والے حضرات کا بھی میں مشکور ہوں جنہوں نے بڑی ذمہ داری و دلچسپی کے ساتھ اپنا فریضۂ حق ادا کیا۔ رب تعالیٰ کے حضور عاجز راقم السطور اپنے سرکاروں کے واسطے سے عرض گزار ہے کہ مولیٰ جس بے لوثی و بے نفسی کے ساتھ اس رسالہ کو ترتیب دیا گیا ہے، مولیٰ تو اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اسے مقبول عام فرمادے تا کہ تیرے بندے اسے پڑھکر تیری بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ آمین

■ فقط۔ سگ بارگاہ سعید و فصاحت، نواز احمد سعیدی، فصاحتی غازی پوری

حمد باری تعالیٰ



کیا حمد ہو بشر سے صناّع دو جہاں کی
کھینچے کوئی کہاں تک تصویر لا مکاں کی

اے کارساز عالم صناّعیوں پہ تیرے
حیراں ہے عقل و دانش ہر وہم اور گماں کی

ہر برگ گل کے اندر تیری نگار سازی
تیری رہین منت ہر فکر باغباں کی

حیرت ہے لب کشا ہوں کیونکر تری ثنا میں
حقا میری زباں کو قدرت نہیں بیاں کی

موسیٰ کی کیا حقیقت دیکھیں تری تجلی
خیرہ ہے آنکھ جس سے برق شرر فشاں کی

رہبر پیمبروں سا بھیجا زمیں کے اوپر
ورنہ خبر تھی کس کو اسرار این و آں کی

تیرے سوا پکارے کس کو عظیم مضطر
محشر میں شرم رکھنا اس زار و ناتواں کی

■ از: عظیم برسنڈوی

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم



کب وصف بھلا ہو سکے شایان محمد
جب خالق اکبر ہے ثنا خوان محمد

دنیا کے شہنشاہ کا رتبہ کہا ں ایسا
دیوڑھی پہ ملک رہتے ہیں دربان محمد

نبیوں میں بھلا کون گیا عرش کے اوپر
اللہ رے یہ مرتبہ و شان محمد

کس پیار سے اللہ نے والشّمس کہا ہے
یہ خاص صفت ہے رخ تابان محمد

مازاغ خدا نے کہا قرآن کے اندر
یہ وصف ہے ان نرگسیں چشمان محمد

یٰسین میں ہر دانۂ سیں سے ہے یہ ظاہر
توصیف ہے یہ ان دُر دندان محمد

لے سر سے قدم تک ہیں وہ ایک نور کے پتلے
سو جان سے ہو جاؤں میں قربان محمد

گر خواب میں وہ صورت نوری نظر آ جائے
کس شوق سے میں چوم لوں قدمان محمد

جنت میں خدا ساتھ نبی کے رہے صادقؔ
صدقہ میں نبی پاک و یاران محمد

■ از: حضرت صادق ابوالعلائی برسنڈوی



منقبت در شان حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ

اس طرح سے ثبوت وفا دیجئے
دل کو شاہ رضا پر لٹا دیجئے

چاند سورج فضاؤں کی رنگینیاں
یہ حجابات سارے ہٹا دیجئے

غمزدوں کی یہی اے رضا ہے صدا
آسرا دیجئے آسرا دیجئے

آپ پر فیض شمس الضحیٰ ہے رضا
آپ سارے اندھیرے مٹا دیجئے

آپ کا عکس ہے عکس نور علی
آئینہ منتظر ہے ضیاء دیجئے

نعمتوں کی نہیں آپ کو کچھ کمی
ہم کو امید سے بھی سوا دیجئے

جس سے ہم پہ کرے ناز سارا جہاں
اے رضا ہم کو ایسا بنا دیجئے

سب مریض آپ کے گھر سے پائیں شفا
نام ہی اسکو دار الشفا دیجئے

اپنی الفت کی کرنوں کے فیضان سے
عالم دل میرا جگمگا دیجئے

ہم کو مائل بہ حسن عمل کیجئے
راستہ حق کا ہم کو بتا دیجئے

اے سہیلؔ آپ پر ہے رضا کام کر
آپ فکر جہاں کو بھلا دیجئے

■ از: سہیلؔ کاکوروی

غزل

حسن کی کم نہ ہوئی گرمئ بازار ہنوز
نقد جاں تک لئے پھرتے ہیں خریدار ہنوز

طائر جاں قفس تن سے تو چھوٹا لیکن
دام گیسو میں کسی کے ہے گرفتار ہنوز

ساتھ چھوڑا سفر ملک عدم میں سب نے
ساتھ لپٹی ہی رہی حسرت دیدار ہنوز

اپنی عیسیٰ نفسی کی بھی تو کچھ شرم کرو
چشم بیمار کے بیمار ہیں بیمار ہنوز

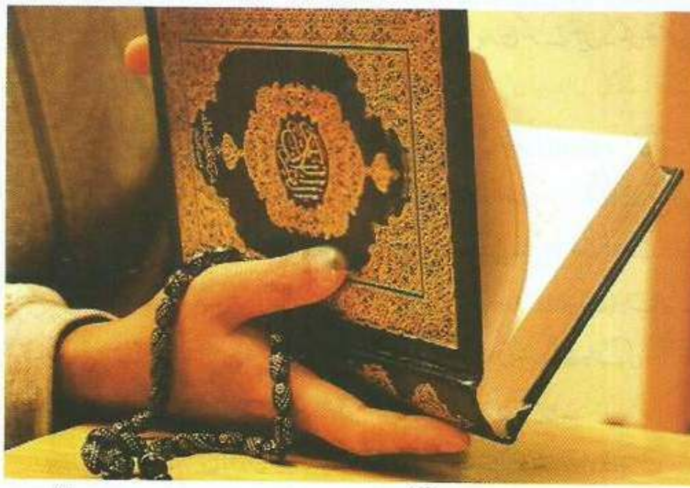
ہم بھی تھے روز ازل صحبتی بزم الست
بھولتی ہی نہیں وہ لذت گفتار ہنوز

کیا خراباتوں کو حضرت آسیؔ نہ ملے
کہ سلامت ہے وہی جبہّ و دستار ہنوز

■ از حضرت علامہ آسیؔ غازی پوری

دعا اور وسیلہ

قرآن وشریعت کی روشنی میں



آج معاشرے میں عقیدۂ توسّل کے قدیم اسلامی اورقرآنی نظریہ کے خلاف مختلف قسم کے شکوک وشبہات پھیلائے جارہے ہیں۔نئی نسل کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ جب قرآن میں اللہ پاک خودفرمارہاہے :اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورہ:مومن،آیت:٦٠)مجھ سے دعا کرومیں قبول کروں گا،مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا،تو پھراس کی بارگاہ میں کسی وسیلے کی کیا حاجت ہے؟اوراس طرح کے مختلف شکوک وشبہات سے ذہن ودماغ میں فساد پیدا کیا جارہاہے !اس لیے ذرا تفصیل کے ساتھ چند باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

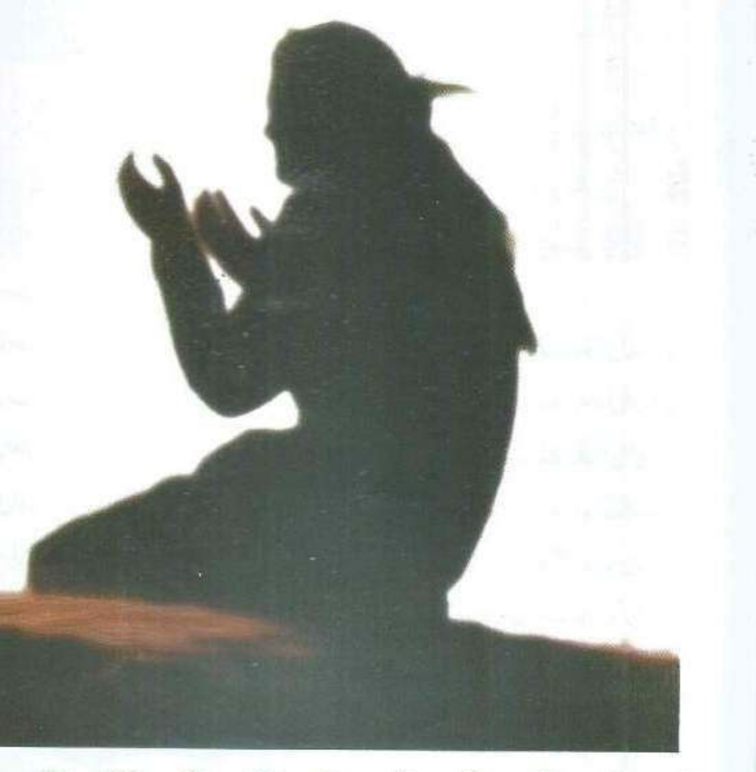
توسل یعنی وسیلہ اختیار کرنے کا مسئلہ نص قطعی سے ثابت ہے اوراس کا مطلقاً انکارقرآنی آیات کاانکارہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے''یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ۔ (مائدہ:٣٥)ترجمہ:اے ایمان والو!اللہ سے ڈرواوراس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ہروہ چیز جسے اللہ نے اپنے تقرب کا سبب اوراپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرنے کا ذریعہ بنایا ہو،اسے وسیلہ کہتے ہیں۔درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندے کی دعا کی قبولیت اور حاجت برآری کے لیے اپنی عاجزی ومجبوری کے اعتراف کے ساتھ کسی مقبول عمل یااس کے کسی محبوب بندے کاواسطہ پیش کرنا''وسیلہ''ہے؛ تاکہ بندہ گنہگار کی دعا جلدقبول ہواور اللہ رب العزت اپنے اس محبوب ومقرب بندے کی خاطراس کی حاجت پوری فرمائے۔

کسی کووسیلہ بنانے میں ہرگز ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ وہ مقبول ومقرب بندہ جس کا وسیلہ دیاجارہاہے وہ دعا قبول کرے گا،یاوہ اللہ بزرگ وبرتر کی ذات کو(معاذ اللہ)اس امر پر مجبور کردے گا کہ فلاں کام ہوناچاہیے یافلاں بندے کی بخشش ومغفرت لازماً کردی جائے۔یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جوبعض لوگوں کے ذہنوں میں پائی جاتی ہے۔دراصل وسیلہ پیش کرتے وقت سائل کے ذہن میں یہ تصور ہوتا ہے کہ جب اپنی عاجزی،بے بسی اور نیازمندی کا اظہار کرکے اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کے بعداس کے کسی مقبول اورمقرب بندے کانام بطور وسیلہ پیش کروں گا تو اللہ تعالیٰ اپنے اس اطاعت گذار مقبول اور مقرب بندے کالحاظ فرماتے ہوئے میری حاجت پوری فرمائے گا۔

وسیلہ اختیار کرنے والے کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اللہ کا یہ نیک اورمقرب بندہ خدائی میں شریک ہے یااللہ رب العزت اس کی ماننے پرمجبور ہے "معاذ الله من ذالك"۔اس لیے ضروری ہے کہ وسیلہ وتوسل کی حقیقت کو سمجھا جائے اوراس میں ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کی جائے۔

(ا)سب سے اہم اورخاص بات جو یادرکھنے کی ہے،وہ یہ کہ توسل دعا کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہےاوراس میں مقصودحقیقی صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اورجس کووسیلہ بناکر پیش کیا جاتا ہے اس کی حیثیت محض ایک واسطہ کی ہوتی ہے جواللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔اس تقرب الی اللہ کی بنیاد پراللہ رب العزت قبولیت دعامیں اس کالحاظ فرماتا ہے۔یہ صرف ایسا ہی ہے جیسے کوئی بیٹااور ماتحت اپنے باپ اورباس کے سامنے اپنے منشاکے حصول کے لیےان کے کسی قریبی دوست کوذریعہ بنالے۔

(۲)دوسری بات جوذہن میں محفوظ رہنی چاہیےوہ یہ ہے کہ توسل اختیارکرنے والاجس کو اپناوسیلہ بناتا ہےوہ اس بناپر ہے کہ اس مقرب ومقبول بندے کواللہ تعالیٰ سے بے حد محبت ہوتی ہےاور اللہ بھی اس کومحبوب رکھتا ہے۔واضح رہے کہ محض اللہ کے لیے کسی سے محبت رکھنا یہ اپنے آپ میں خودعمل صالح ہے۔فرمان رسول کریم ہے"یَقُوْلُ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ



فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ۔" (مشکوۃ شریف: کتاب الآداب) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو میرے لیے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میرے لیے ایک دوسرے سے مل بیٹھتے ہیں، میرے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے جاتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے کے اوپر خرچ کرتے ہیں۔ یہی توسل کی بنیاد اور درست اسلامی عقیدہ ہے۔

(۳) ہاں بے شک! یہ بھی درست ہے کہ قبولیت دعا میں یہ کوئی ضروری ولازمی نہیں کہ انسان توسل اختیار ہی کرے اور اگر وہ کسی عمل صالح اور مقرب بارگاہ خداوندی کو وسیلہ نہ بنائے تو اس کی دعا قبول ہی نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ حق ہے: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ۔ (سورۂ بقرہ:۱۸۶) اور (اے حبیب) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتادیا کریں) میں نزدیک ہوں، پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب مجھے پکارے، تو انھیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔

لہذا اب اگر کسی کے ذہن ودماغ میں وسیلے کے تعلق سے کوئی غلط تصور قائم ہو تو اسے صاف کرلینا چاہیے اور افراط وتفریط سے پاک وصاف یہ صالح عقیدہ رکھنا چاہیے کہ (۱) وسیلہ کسی جبر واکراہ کا نام نہیں (۲) وسیلہ اللہ تعالیٰ کو دعا کی قبولیت پر مجبور نہیں کرسکتا (۳) وسیلہ وہ مقام ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے صالح اور نیکوکار بندوں کو عطا کیا ہے جس سے گنہگاروں کو اپنی دعاؤں کی باریابی کی امید زیادہ ہوجاتی ہے۔ (۴) وسیلہ متبرک مقامات اور اللہ والوں سے منسوب چیزوں کا بھی پیش کیا جاتا ہے تاکہ دعا کی قبولیت کی امید بڑھ جائے۔

لہذا اب اگر کسی کے ذہن ودماغ میں وسیلے کے تعلق سے کوئی غلط تصور قائم ہو تو اسے صاف کرلینا چاہیے اور افراط وتفریط سے پاک وصاف یہ صالح عقیدہ رکھنا چاہیے

قرآن وحدیث کے صفحات پر توسل کے تعلق سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، صرف چند اشارات آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں: (۱) سورۂ بنی اسرائیل میں ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔ (آیت:۵۷) یعنی وہ مقبول بندے جنھیں یہ کافر پوجتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی شان نزول کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک جماعت عرب کے حق میں نازل ہوئی جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے۔ جب وہ جن اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والے اس سے بے خبر رہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یاد دلایا اور فرمایا جنھیں تم پوج رہے ہو وہ ہمارے حضور سجدہ کرتے ہیں اور وہ خود ہمارے مقربین کا وسیلہ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ (صحیح البخاری،۲:۶۸۵)

اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ مقربان بارگاہ الٰہی کا وسیلہ لینا جائز ہے اور وہ خود بھی قرب الٰہی کے حصول کے لیے خود سے زیادہ مقرب کے متلاشی رہتے ہیں، گویا مقربین کا اپنا عمل بھی یہی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مشرکین جن کو اپنا خدا بنا کر اپنی تکلیف ومصیبت میں پکارتے ہیں، یہ خدا نہیں ہیں بلکہ یہ تو خود ہر لمحہ اور ہر لحظہ اپنے رب کی رضا کے لیے محو رہتے ہیں، اگر یہ واقعی خدا ہوتے جیسا کہ مشرکین کا زعم باطل ہے تو پھر انھیں کسی کی عبادت اور رضا جوئی کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ جو لوگ عبادت ووسیلہ کو خلط ملط کردیتے ہیں، یا وسیلہ کو بھی عبادت ہی سمجھ لیتے ہیں، ان کے لیے بھی یہ آیت کریمہ تریاق ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی غیر کی عبادت کرنا ممنوع ہے لیکن مقبولان حق کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے دعا کے لیے عرض کرنا جائز ہے، عبادت کی نفی وسیلے کی نفی نہیں۔ مقبولان حق وسیلہ بنتے ہیں، معبود نہیں۔

(۲) سورۂ نساء: آیت:۶۴/ میں اللہ رب العزت نے مومنوں کو ان کے گناہوں کی مغفرت کے لیے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں آکر ان کا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم جس طرح ظاہری زندگی میں تھا ویسے ہی آج بھی ہے۔

(۳) سورۂ بنی اسرائیل: آیت:۷۹، میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قیامت کے دن مقام محمود پر فائز ہونے کا ذکر ہے۔ جہاں لوگ آپ کو وسیلہ بنائیں گے اور آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

(۴) سورۂ ال عمران: آیت ۱۰۱/ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ جل شانہ قادر مطلق ہے، وہ براہ راست اپنے بندوں کو ہدایت دے سکتا ہے مگر یہ ہدایت اور پھر اس پر استقامت بھی ملتی ہے تو نبی کریم ﷺ کے واسطے اور وسیلے سے۔

(۵) سورۂ انفال: آیت: ۳۳/ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ موجود ہیں ان کے وسیلے سے امت پر عذاب نہیں آسکتا۔ قیامت تک آپ کی نبوت بھی باقی رہے گی اور آپ کی ذات بھی۔ کلمۂ توحید کے الفاظ اور محمد رسول اللہ کی قرآنی آیت اس پر شاہد عدل ہے۔

(۶) سورۂ بقرہ: آیت: ۸۹/ اس پر گواہ ہے کہ قوم یہود، مشرکین عرب پر فتح یابی کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ جملہ مفسرین ومحدثین نے اس سے یہی دلیل لی کہ جب گذشتہ امتوں کا ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل کرنا ثابت ہے تو پھر اس امت کے لیے تو بدرجۂ اتم درست وجائز ہے۔

(۷) سورۂ آل عمران: آیت: ۳۷، ۳۸/ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ جل شانہ کے خاص بندوں کے قرب میں اس کی رحمتوں کا خاص نزول ہوتا ہے اور اس جگہ اللہ رب العزت جلد دعاؤں کو قبول فرمالیتا ہے۔ حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام بیت المقدس کے ہر چپے میں اولاد کی دعا مانگ چکے تھے لیکن مشیت ایزدی اور حکمت خداوندی کہ کوئی اولاد نہ ہوئی، مگر آپ نے جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حجرے میں صرف فضل ربانی سے بے موسم کے پھل اور اللہ کی جانب سے ان کی خاطر داری دیکھی، فرمان باری تعالیٰ ہے: وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ط كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ اور اس کی

نگہبانی زکریا کے سپرد کردی، جب بھی زکریا اس کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو وہ اس کے پاس (نئی سے نئی) کھانے کی چیزیں موجود پاتے، انھوں نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آتی ہیں؟ اس نے کہا: یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے، تو حضرت زکریا علیہ السلام کو فوراً اپنی ضعیفی اور اولاد سے محرومی کا خیال آیا۔ سوچا میں بھی بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرے بھی اولاد ہونے کا موسم نہیں رہا۔ فوراً اسی جگہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ قرآن حکیم اس مضمون کو یوں پیش کرتا ہے: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُط قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔ اسی جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: ”میرے مولا! تو اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔ دعا باب اجابت سے ٹکرائی اور مژدۂ جاں فزا آیا: اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقاً بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّداً وَّ حَصُوراً وَّنَبِيّاً مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران:۳۹) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا، اور سردار ہوگا اور عورتوں سے ہمیشہ کے لیے بچنے والا اور ہمارے خاص نبیوں میں سے ہوگا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس آیت کریمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ یہاں ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام جب بھی سیدہ مریم علیہا السلام کے حجرے میں ان کی خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے تو وہاں انواع و اقسام کے بے موسمی پھل پاتے۔ ایک دن دعا کا خیال آ گیا کہ جو کریم رب بے موسم پھل عطا کر سکتا ہے، وہ بڑھاپے میں اولاد دینے پر بھی قادر ہے اور یہ خیال آتے ہی وہیں کھڑے کھڑے دعا کر دی۔ کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ دعا اللہ سے تھی، اس میں مقام دعا کا کوئی دخل نہیں۔ لیکن اسے عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی اور اس مقام پر چند سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں:

۱۔ کیا حضرت زکریا علیہ السلام نے پہلے کبھی دعا نہ مانگی تھی؟
۲۔ حضرت زکریا علیہ السّلام کی دعا کو اب ہی کیوں شرف قبولیت سے نوازا گیا؟
۳۔ حضرت زکریا علیہ السّلام نے اس جگہ پر کھڑے ہو کر دعا کیوں فرمائی، اس میں کیا وجہ فضیلت تھی؟
۴۔ قرآن نے صرف اس مقام پر دعا کا ذکر خصوصی طور پر کیوں کیا؟

یہاں قرآن مجید نے خود اس غلط فہمی کا ازالہ ”هُنَالِكَ“ کہہ کر کر دیا۔ آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السّلام کا معمول تھا کہ آپ پچھلی رات شب بیداری فرمایا کرتے۔ اپنے معمول کے مطابق اس دن بھی آپ نماز میں مشغول ہوئے لیکن دعا کے لیے خصوصی طور پر حجرے کا انتخاب کیا۔ اگر آپ نے اتفاقاً وہاں کھڑے کھڑے دعا کی ہوتی تو لفظ ”هُنَالِكَ“ لانے کا کوئی فائدہ اور محل نہ ہوتا اور توسّل بھی ثابت نہ ہوتا۔ لیکن بدیہی طور پر محبوب مقام پر کھڑے ہو کر دعا کرنا توسّل کا آئینہ دار ہے۔ (عقیدۂ توسّل، ص:۶۴، مطبوعہ: فرید بک ڈپو دہلی)

بات واضح ہوگئی کہ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب بندوں سے توسّل کرنا پسند ہے۔ اس پسند کا اظہار قبولیت دعا کی صورت میں سامنے آیا۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک نبی ایک ولیہ کو اپنا وسیلہ بنا رہا ہے۔ ایسے میں عام بندوں کا اولیا و انبیا کو وسیلہ بنانا کیوں کر غلط ہوگا؟

(۸) سورۂ یوسف، آیت:۹۳/تا ۹۶/ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کے توسط سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔ ثابت ہوا کہ انبیا، اولیا اور صلحا سے متعلق چیزوں سے توسل اختیار کرنا منافی توحید نہیں، کیوں کہ قمیص کے بھیجنے والے نبی، اس وسیلہ سے فائدہ اٹھانے والے بھی نبی اور بیان کرنے والا ماحی شرک یعنی شرک مٹانے والی کتاب قرآن ہے۔

(۹) سورۂ بقرہ: آیت:۲۴۸/ سے سبق ملتا ہے کہ انبیائے کرام سے منسوب چیزیں مومنین کے لیے نشانیاں، دلوں کا چین اور فتح و نصرت کا ضامن ہوا کرتی ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک یہ محبوب و پسندیدہ عمل ہے۔ اس آیت کریمہ کے ضمن میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر مدارک وغیرہ کا مطالعہ دلی ٹھنڈک، ذہنی کشادگی اور ایمانی تازگی کا باعث ہوگا۔

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اشیاء سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کس طرح برکت حاصل کیا کرتے تھے، کتب احادیث کے صفحات اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس حصول برکت کا صرف ایک مطلب ہے، وہ یہ کہ صحابہ کرام آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ وہ آثار و نشانیاں جنھیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وجہ سے عظمت و شرف حاصل ہوا اگر انہیں وسیلہ بنانا صحیح ہے تو آپ کی ذات مبارکہ کو وسیلہ بنانا کیوں صحیح نہ ہوگا؟ جب فرع کو وسیلہ بنانا صحیح ہے تو اصل کو وسیلہ بنانا کہیں زیادہ صحیح اور درست ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے توسل کے سلسلے میں واقعات کا ایک ذخیرہ ہے۔ یہاں چند مشہور واقعات کی جھلک نذر قارئین ہیں:

(۱) امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شدید خواہش تھی کہ وہ حضور کے پہلو میں دفن کئے جائیں۔ اور جب اس خواہش کی تکمیل ہوئی تو بے ساختہ پکار اٹھے: الحمد للہ! میری نظر میں اس سے اہم کوئی چیز نہ تھی۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۸۶) حضور کے قرب میں دفن ہونا کیوں حضرت عمر کی نظر میں سب سے محبوب اور اہم چیز تھی؟ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اس کا اور کیا مطلب ہے۔ یعنی بعد وفات بھی آپ کے قرب کی برکت حاصل کی جاتی رہے۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف اسما بنت ابی بکر نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا، اور فرماتیں، ہم اسے دھو کر مریضوں کو پلاتے اور شفا پاتے ہیں۔ (مسلم، ج:۲، ص:۱۹۰)

(۳) ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مشکیزہ کے منہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا تو اس ٹکڑے کو کاٹ کر ام سلیم نے اپنے پاس رکھ لیا۔ جس کے بارے میں حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ ٹکڑا ہمارے پاس ہی رہا۔ (بخاری شریف، ج:۱، ص:۴۳)

(۴) عروہ بن مسعود ثقفی کی بڑی مشہور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لینے کیلئے صحابہ ٹوٹ پڑتے تھے۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں ”وَاِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ“ (بخاری شریف، ج:۱، ص:۳۱)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے سر کے بال منڈوائے تو صحابہ کرام وہ بال لینے کے لئے

ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔(مسلم، ج:۲،ص:۲۵۶)

اس طرح کی سینکڑوں حدیثیں ثابت وصحیح ہیں۔سوال یہ ہے کہ آخر صحابہ نے آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت کیوں کی؟ اور اللہ کی بارگاہ میں دعاؤں کے وقت انہیں وسیلہ کیوں بنایا؟ صرف اس لئے کہ وہ منشائے خداوندی کو خوب جانتے تھے کہ قادر، سمیع، بصیر، وغیرہ ہونے کے باوجود وہ اپنے محبوب کے واسطے سے ہی زمانے کو کچھ عطا کرتا ہے۔

(۶) حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی لحد کھود کر اس کی مٹی نکالی اور پھر اس میں لیٹ کر یہ دعا فرمائی:

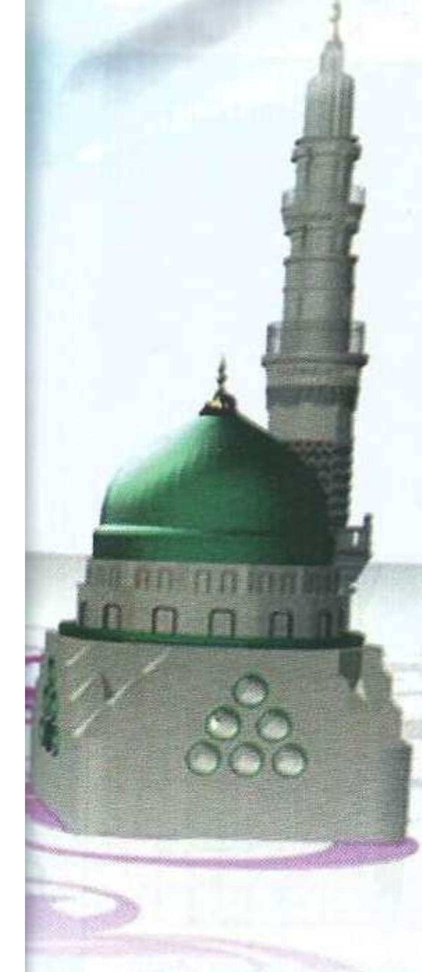
اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَا یَمُوْتُ،اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ اَسَدٍ وَلَقِّنْھَا حُجَّتَھَا وَوَسِّعْ عَلَیْھَا مُدْخَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، و فیہ روح بن صلاح و ثقہ ابن حبان، والحاکم فیہ ضعف، و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح -)(مجمع الزوائد،ج:۹،ص:۲۵۷)

اللہ جو زندگی اور موت دیتا ہے، ہمیشہ زندہ رہنے والا جسے کبھی موت نہ آئے۔اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، انہیں تلقین حجت فرما، ان کی راہ کشادہ فرما اپنے نبی اور انبیا سابقین کے حق کی برکت سے۔بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

اس حدیث ودیگر احادیث میں وارد ہے کہ انبیاے کرام کا جو حق اللہ کے ذمہ کرم پر ہے، اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلہ بنایا۔جب کہ یہ انبیاے کرام انتقال فرما گئے تھے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں حق صالحین کو بھی اور اہل حق کو بھی وسیلہ بنانا جائز ودرست ہے۔خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں ۔

اخیر میں یہ بات بھی ہمیں ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دیگر بہت سارے عقائد ومسائل کے ساتھ عقیدۂ توسّل کے سلسلے میں بھی افراط وتفریط کا معاملہ ہے۔ایک طبقہ نے جہاں اسے فرض وواجب کی منزل میں رکھ کر یہ گمان پال لیا ہے کہ بغیر وسیلہ کے دعا قبول ہی نہیں ہوتی، وہیں دوسرے طبقے کا حال یہ ہے کہ بغیر سمجھے بوجھے وسیلہ حرام وناجائز بلکہ معاذ اللہ! اسے شرک تک بنا دیا ہے۔آیت کریمہ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "پیش کر کر کے ناسمجھی کی باتیں کر رہے ہیں۔بے شک! دعائیں تو اللہ ہی قبول کرنے والا ہے مگر اللہ نے کیا کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ مسجد ہی میں قبول کرتا ہے۔قرآن کی تلاوت کے بعد ہی قبول کرتا ہے۔ذکرواذکار کے بعد کسی گوشۂ تنہائی میں ہی قبول کرتا ہے!!!نہیں! اور بالکل نہیں! مگر ہاں! وہ اپنے خاص بندوں کے وسیلے سے، ان کے قرب میں اور ان کی مقدس نشان وعلامات کے پاس اور وسیلے سے۔یقیناً دعا قبول فرماتا ہے۔مذکورہ تمام دلائل وبراہین کے بعد اس سلسلے میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔اللہ پاک اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسّلام کے صدقے ہمیں قرآن وسنت اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین ط

از: سید سیف الدین اصدق
ڈائریکٹر، تحریک پیغام اسلام، جمشید پور



بیعت احادیث و آثار کی روشنی میں

برصغیر ہندو پاک میں بیعت کو دین کا ایک اہم رکن اور واجب شرعی سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ہر مسلمان کے لیے کسی شیخ سے بیعت ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے، کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ بیعت کے بغیر دنیا وآخرت میں کامیابی پانا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (مائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو، اس کی راہ میں مجاہدہ کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا، وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا. (اسرا)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے، چنانچہ جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اس کو پڑھے گا، اس پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور جو اس زندگی میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا، بلکہ اور بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔

اور بعض لوگ مشائخ کا یہ قول بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں:

مَنْ لَّا شَيْخَ لَه فَالشَّيْطَانُ شَيْخُه

ترجمہ: جس کا کوئی شیخ نہیں شیطان اس کا شیخ ہے۔

یہاں ایک دوسرا طبقہ بھی ہے جو بیعت وارادت اور پیری مریدی کو درست نہیں سمجھتا ہے، بلکہ اپنے لیے صرف قرآن و حدیث کو کافی سمجھتا ہے اور بیعت وارادت یا شیخ و مرید اختیار کرنے کو دین میں اضافہ سمجھتا ہے۔

اس مسئلے کو صحیح طور سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ فلاح وکامیابی کیا ہے اور اس کے درجات کیا ہیں؟

فلاح، یعنی آخرت میں کامیابی کی تین قسمیں ہیں:

۔فلاح عام ۔فلاح خاص ۔فلاح خاص الخاص

فلاح عام یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب شخص کسی طرح جنت میں داخل ہو جائے، اللہ کے فضل سے یا کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت سے، اگر چہ اسے ایک عرصے تک جہنم میں رہنا پڑے۔ اس فلاح کو فلاح مغفرت بھی کہتے ہیں۔

یہ فلاح مسلمان اور ہر اس شخص کے لیے ثابت ہے جس تک کوئی نبی یا نائب نبی نہیں پہنچا اور اس نے دل سے یہ تسلیم کیا کہ اللہ ایک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فَمَازِلْتُ اَتَرَدَّدُ عَلٰى رَبِّيْ، فَلَا اَقُوْمُ مَقَامًا اِلَّا شُفِّعْتُ، حَتّٰى اَعْطَانِي اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ، اَنْ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ، مَنْ شَهِدَ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَوْمًا وَاحِدًا مُخْلِصًا، وَمَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔ (مسند احمد، انس بن مالک)

ترجمہ: میں اللہ کی بارگاہ میں دعا کروں گا اور بغیر شفاعت کرائے نہیں اٹھوں گا، یہاں تک کہ اللہ مجھ سے کہے گا کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ہر اس امتی کو جنت میں داخل کریں جس نے ایک دن بھی سچے دل سے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کی موت ہوئی ہو۔

اس فلاحِ عام کے لیے اس مرشد کی ضرورت ہے جو اُسے کلمہ توحید پڑھائے، بنیادی عقائد بتائے، دینی ضروریات جیسے نماز، روزہ وغیرہ کی تعلیم دے۔ والدین ہوں کہ اساتذہ، سب اس کے لیے مرشد ورہنما ہیں۔

قرآن کی تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور اللہ کی شریعت کو بندوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات از اول تا آخر عوام وخواص سب کے لیے ہادی ومرشد اعظم کی ہے۔ ہر شخص ان کی ہدایت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور سب کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے۔

فلاح خاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو بخش دے اور اس کو بغیر جہنم میں داخل کیے ہوئے جنت میں داخل کر دے۔ اسے فلاح تقویٰ بھی کہا جاتا ہے جو عام صالحین کو حاصل ہے۔ یہ وہی فلاح ہے جس کی طرف سبقت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

سَابِقُوا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ. (حدید)

ترجمہ: اپنے رب کی بخشش کی طرف تیزی سے دوڑو۔

اس فلاح خاص کے لیے مرشد خاص کی ضرورت ہے۔ قرآن واحادیث، علمائے ربانیین کی کتابیں جیسے احیا العلوم، قوت القلوب، کشف المحجوب وغیرہ، مشائخ کے ملفوظات جیسے محبوب الٰہی کی تعلیمات پر مشتمل فوائد الفواد، نیکوں کی صحبت، یہ سب مرشد خاص میں شامل ہیں جن سے قلوب کی بیماریاں اور نفس کی خرابیاں دور کی جا سکتی ہیں۔

فلاح خاص الخاص یہ ہے کہ قلب اور قالب رذائل سے پاک ہو اور فضائل سے مزین ہو، یہاں تک کہ دل شرک خفی کے



باقیات سے بالکل پاک وصاف ہوجائے،کمال کے اعلیٰ درجے پر پہنچ جائے تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرنے لگے اور اس کا مقصود صرف اللہ ہوجائے، پھر اس کی کیفیت لَامَشْهُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ اور پھر لَامَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ تک پہنچ جائے، یعنی پہلے غیر کے ارادے سے دل کو خالی کرے، پھر غیر اس کی نگاہوں سے دور ہوجائے یہاں تک کہ وہ اپنے قلب کی آنکھوں سے تجلیات کا مشاہدہ کرنے لگے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ :احسان کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ . (بخاری، کیف بدا الوحی)

ترجمہ : آپ اللہ کی عبادت اس طور پر کریں گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اگر یہ نہ ہوسکے کہ آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں تو کم سے کم یہ یقین ضرور ہو کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

یہ فلاح کا اعلیٰ درجہ اور سیر الی اللہ کی انتہا ہے اور اسی کو مقام احسان بھی کہتے ہیں۔

فلاح خاص میں عذاب سے دوری اور راحت کا حصول ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (آل عمران)

ترجمہ :جسے جہنم سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا، وہی کامیاب ہے۔

فلاح خاص الخاص اس سے بہت بلند ہے کیونکہ صاحب احسان عذاب کے خوف اور جنت کی خواہش سے بلند ہوجاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (یونس)

ترجمہ :یقیناً اللہ کے برگزیدہ بندوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم۔

اس فلاح کے حصول کے لیے انسان کو ایک کامل مرشد اور مربی کی ضرورت ہے۔ عارفین باللہ کی بیعت حقیقتاً اسی فلاح کے لیے ہے اور اگر بعض لوگ اس فلاح کے حصول کا قصد کیے بغیر بیعت ہوتے ہیں تو اسے یا تو بیعت توبہ کہیں گے یا بیعت تبرک کہیں گے، اس سے بھی آخرت میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔

لیکن صوفیائے کرام کے یہاں جو بیعت مطلوب اور مقصود ہے وہ بیعت احسان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کے بعد کسی مرشد کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ. (مائدہ:)

ترجمہ :اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ تک رسائی کا وسیلہ تلاش کرو۔

اور جو وسیلہ خاص الخاص اور مرشد کامل اختیار نہ کریگا وہ فلاح احسان نہیں پائے گا، وہ اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکے گا، اس کا قلب اللہ کی تجلیات سے منور نہیں ہوگا اور وہ مولیٰ کے دیدار سے محروم رہے گا اور یہ جان لیں کہ جو اس دنیا میں محروم رہے گا وہ آخرت میں بھی محروم رہے گا۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا. (اسرا)

ترجمہ :اور جو اس زندگی میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا، بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔

اس گفتگو سے واضح ہوا کہ ہر مسلمان کے لیے بیعت ہونا ضروری تو نہیں ہے، لیکن اُسے یقینی طور پر مرشد کی ضرورت ہے جو اسے ضروریات دین کا علم دے، نیز واجبات شرعیہ پر کاربند رہنے اور محرمات سے بچنے کی تلقین کرے اور یہ مرشد خواہ کتاب کی شکل میں ہو، والدین کی شکل میں ہو یا پھر اساتذہ وعمل کی شکل میں۔

ہاں !جو اپنے دل سے غیر اللہ کا تصور مٹانا چاہتا ہے اور اپنی عبادتوں خاص کر نمازوں میں کانک تراہ (گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو) کی کیفیت حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ کے نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے قلوب کی بیماریوں کو دور فرمائے۔

لیکن جو اِس سے بھی اعلیٰ مقام چاہتا ہے اُسے ایسے شیخ کی صحبت و بیعت کی ضرورت ہے جو خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنانے والا ہو۔ جو دلوں کے امراض سے بھی واقف ہو اور علاج سے بھی۔ جو اس راہ کی گھاٹیوں سے بھی واقف ہو اور اپنے مریدوں کو ان سے نجات بھی دلاتا ہو۔ جنید وشبلی اور بایزید وتبریزی اسی مرشد خاص الخاص کی مثالیں ہیں۔ مرشد خاص الخاص اصل میں آپ کا ذاتی ڈاکٹر ہوتا ہے جو قریب سے آپ کے امراض کا جائزہ لیتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے لیے دوائیں تجویز کرتا ہے۔

یہ وسوسہ بھی عام ہیکہ ایک شخص جو شیخ اتصال سے بیعت ہو، اُسے شیخ ایصال ملتا ہے اور اس کا دل وہاں زندہ بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان کی تربیت میں جانے، ان کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے بیعت ہونے میں وہ شخص کراہت محسوس کرتا ہے، اگرچہ وہ شیخ ایصال ایسا ہو جس کی شان قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ہو، جو مقام مخدوم پہ فائز ہو اور اپنے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب مطلق ہو اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو پہلے ہی بیعت ہو چکا ہوں اب دوسرے شیخ سے کیسے بیعت ہو جاوں۔

یہ وسوسہ بھی شیطانی ہے کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شیخ اتصال سے بیعت، بیعت تبرک ہے یعنی مرید کا شمار اس نیک شخص سے محبت کرنے والوں میں ہوگا نہ کہ حقیقی مرید میں اور شیخ اتصال سے طریقت ومعرفت کے مدارج ومقامات طے نہیں کیے جاسکتے۔

مشائخ ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهُ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ اُرَاهُ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ. (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر وسنن ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ)

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے، رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ اس کو اپنے فضل وکرم

سے جنت میں داخل کرے گا خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اسی زمین میں مقیم رہے جہاں وہ پیدا ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! کیا لوگوں کو ہم اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں اور ہر درجات کے درمیان زمین وآسمان کے برابر دوری ہے۔ ان درجات کو اللہ نے مجاہدین کے لیے بنایا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ سے کچھ طلب کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، کیونکہ یہ جنت میں سب سے اعلیٰ وارفع مقام ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی فردوس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں۔

جنت کیا ہے؟ جنت رضائے الٰہی، دیدار الٰہی اور اس کے قرب خاص کا محل ہے۔ اس کے علاوہ جنت کی ساری خوبیاں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اس لیے اگر جنت میں یہ خوبیاں نہ ہوتیں تو جنت اپنی تمام تر زیبائش وآرائش کے باوجود جہنم نما ہوتی۔

قرب کی پہلی منزل، رضائے الٰہی کی پہلی سیڑھی اور ولایت کا پہلا درجہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دینا ہے اور آمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ ہے۔

مشائخ نے کہا ہے کہ ولایت کے سو درجات ہیں۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ اسی حدیث سے ماخوذ ہے: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ. قرب الٰہی اور ولایت کے سو مقامات ہیں۔

سنن ترمذی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

ذَرِ النَّاسَ یَعْمَلُوْن. لوگوں کو نیک عمل کرنے دو۔

تاکہ لوگ اعمال صالحہ اور اللہ کے فضل سے، قرب کے ان سو مراتب میں سے جہاں تک ہوسکے حاصل کرلیں۔

ترمذی کی روایت میں مغفرت اور دخول جنت کی یہ شرط بیان کی گئی ہے: اِنْ ھَاجَرَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِی اَرْضِہِ الَّتِی وُلِدَ فِیھَا.

جبکہ بخاری میں یہ بیان کی گئی ہے: جَاھَدَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِی اَرْضِہِ الَّتِی وُلِدَ فِیھَا.

اگر ان دونوں روایتوں کا مطلب یہ لیا جائے تو ہر شخص کے لیے قابل عمل ہو جائے گا کہ: جنت اور مغفرت کے لیے خواہشات نفس اور لذات دنیا سے ہجرت کرے اور ہر آن اپنے نفس کو ریاضت ومجاہدہ میں لگائے رکھے یا پھر ابتدا ہی سے معصیت وگناہ چھوڑ کر اور اطاعت الٰہی کرکے اس فطرت پر باقی رہے جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔

قرب کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو لوگ دنیا اور لذات دنیا کو ترک کرکے ہر وقت اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے ہیں جن کا دل یاد الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتا ہے۔ ان کا ہر کام اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

جب ان کا پورا وجود تجلیات الٰہی کا مظہر بن جاتا ہے تو ان کی صحبت میں اللہ یاد آتا ہے بلکہ انھیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

ان ہی بزرگوں کی شان بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ: یوں ہی یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اللہ کے بندے جو ظلمات نفس وکدورات شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ وباقی باللہ ہو گئے کہ:

لَا یَقُوْلُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا یَسْمَعُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ بَلْ لَا یَعْلَمُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ بَلْ لَیْسَ ھُنَاکَ اِلَّا اللّٰہُ.

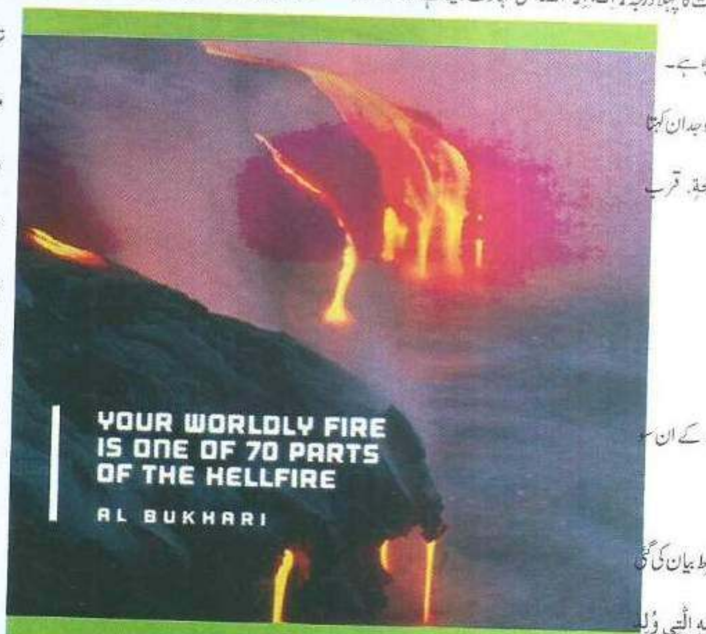
ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کچھ نہیں جانتے بلکہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۸۰)

ان عارفین باللہ میں سے بعض جنت (معرفت) کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ عارفین باللہ کی اصطلاح میں اس مقام کو قطبیت، غوثیت، فردیت اور محبوبیت کہا جاتا ہے۔ ایسی پاکیزہ ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ فیض پاتی ہیں۔

امتیوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے فردوس جنت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے اور اس سے بھی اعلیٰ درجہ وسیلہ کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ (فی روایۃ احمد) اَعْلٰی دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِی اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ لَہُ الشَّفَاعَۃُ. (مسلم، کتاب الصلاۃ)



ترجمہ: اللہ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو کیونکہ یہ جنت میں ایک مقام ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ مقام اللہ کے بندوں میں کسی ایک کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ جس نے میرے لیے وسیلہ طلب کیا اس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقام فردوس مقام وسیلہ سے ٹھیک نیچے ہے، یعنی جو لوگ مقام محبوبیت پر فائز ہوتے ہیں وہ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پاتے ہیں۔ جب بندہ اس مقام پہ ہوتا ہے تو وہ کسی بھی عالم یا مذہب کی پیروی سے آزاد ہوجاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المیزان الکبریٰ'' میں لکھا ہے: فَاِنْ قُلْتَ فَاِذَامَنْ اَشْرَفَ عَلٰی عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ الْاُوْلٰی یُشَارِکُ الْمُجْتَھِدِیْنَ فِی الْاِغْتِرَافِ مِنْ عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ وَیَنْفَکُّ عَنْہُ التَّقْلِیْدُ. فَالْجَوَابُ: نَعَمْ وَھُوَ کَذٰلِکَ. (ص:۲۸)

ترجمہ: سوال: کیا کسی کی رسائی اگر شریعت کبریٰ کے چشمے تک ہو جائے تو اس چشمۂ صافی سے فیض یاب ہونے میں مجتہدین کے برابر ہوگا اور وہ تقلید سے آزاد ہوجائے گا؟ جواب: ہاں! ایسا ہی ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں: ثُمَّ اِنْ نُقِلَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ اَنَّہُ کَانَ شَافِعِیًّا اَوْ حَنَفِیًّا مَثَلًا فَذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی مَقَامِ الْکَمَالِ. اگر کسی ولی کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ شافعی تھے یا حنفی تھے تو یہ ان کے مقام کمال تک پہنچنے سے پہلے کی بات ہے۔ (ص:۲۹)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

مِثْلُ ھٰذَا لَا یُؤْمَرُ بِالتَّعَبُّدِ بِمَذْھَبٍ مُعَیَّنٍ لِشُھُوْدِہٖ تُسَاوِی الْمَذَاھِبِ فِی الْاَخْذِ مِنْ عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ. ان جیسے بزرگوں کو کسی خاص مذہب کی تقلید کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ عین شریعت سے فیض حاصل کرنے میں مجتہد فی المذہب کے مساوی ہیں۔ (ص:۱۶)

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ''فتاوی رضویہ'' میں اس بات کی تائید وتوثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

کیونکہ ہم آپ (ابوطالب مکی) قدس سرہٗ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگر چہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہلِ معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (جلد:۵، ص:۴۸۶)

اس اعلیٰ منصب پر فائز شخص سے پوری انسانیت فیض پاتی ہے، بلکہ وہ اپنے عہد کے اولیا پر فائق ہوتا ہے اور اولیا اس کے زیر قدم ہوتے ہیں۔ ہر حال میں وہ لوگوں کی دستگیری باذن اللہ کرتا ہے، اس مرد کامل کو ''غوث زماں'' بھی کہتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنْهُ تَفَجُّرُ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ. جنت یعنی عرفان حق اور معرفت باری تعالیٰ کی تمام نہریں اس صاحب کمال کے یہاں سے جاری ہوتی ہیں، وہ اپنے مریدین اور فریاد کرنے والوں کی دستگیری کرتا ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔''

''اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا۔''

''اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا پردہ کھلے میں ڈھانک دوں گا۔'' (فتاوی رضویہ، ۲۱/۴۶۷)

داعی اسلام شیخ ابوسعید ادام ظلہ علینا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''مقام غوثیت پر پہنچنے کے بعد تمام اولیائے کرام قدست اسرارہم کا ایسا ہی حال ہوتا ہے۔''

اہل حق قیامت تک رہیں گے

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے اولیا آج بھی موجود ہیں جو مشرق ومغرب پر بیک وقت نظر رکھتے ہیں۔

ہاں! ایسے اولیا آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ موجود رہیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَثَلُ اُمَّتِی مَثَلُ الْمَطَرِ لَا یُدْرَی اَوَّلُهُ خَیْرٌ اَمْ آخِرُهٗ. میری امت کی مثال بارش کے قطرے کی طرح ہے، نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔ (ترمذی، ابواب الامثال)

اس سے معلوم ہوا کہ اس امت کے اولین ہوں یا آخرین، ہر زمانے میں ایسے افراد ہوں گے جو مخلوق کو فائدہ پہنچائیں گے کیونکہ اس کی مثال بارش سے دی گئی ہے اور بارش کا ہر قطرہ قیمتی ہوتا ہے چاہے اس کا اول ہو کہ آخر۔ رہا زمان ومکان کی فضیلت تو یہ جزوی واکثری ہے۔ اصل فضیلت مقام محبوبیت پر فائز ہونے اور احکام الٰہی کی پیروی کرنے میں ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ. علم (دین یا ایمان) اگر ثریا پر بھی ہو تو فارس کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس کو پالیں گے۔ (مسند احمد، ابوہریرہ)

بعض روایت میں العلم کی جگہ الدین یا الایمان اور فارس کی جگہ عجم کا لفظ آیا ہے اور بعض دوسری روایت میں ناس کے بدلے رجل، رجال یا قوم منقول ہے، ان روایتوں کو جمع کرکے یہ معنی لینا زیادہ مناسب ہے کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی عجمی شخص ایسا ہوگا جو علم دین یا ایمان ثریا سے توڑ لائے گا۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ. میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پہ قائم رہے گی ان سے بغض وحسد رکھنے والے انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (موت یا قیامت) آجائے لیکن وہ اپنے حال پر قائم رہیں گے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

اہل حق کی پہچان

یہاں پر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے اگر ایسے افراد آج بھی موجود ہیں تو ان کی پہچان کیا ہوگی؟

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت امر الٰہی ہے جس کا جاننا آسان نہیں۔ ہاں! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بندوں کی کچھ علامتیں بتائی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سِیْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَالذَّاكِرَاتُ. (مسلم، کتاب الذکر، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ)

ترجمہ: تیز چلو یہ جمدان پہاڑی ہے (یعنی دنیا ہے جو ریاضت ومجاہدہ کی جگہ ہے) کیونکہ کچھ لوگ سبقت کر گئے اور فرید عصر بن گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد وعورت۔

آج چند لوگوں کو یہ وہم ہوگیا ہے کہ عارفین باللہ عنقا ہوگئے ہیں، علم الٰہی اور معرفت خداوندی زمین سے اٹھ چکی ہے اور ثریا پر جا پہنچی ہے۔

حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ کی یہ سنت آج بھی پہلے کی طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے محبوب بندے کو ہمارے درمیان بھیجتا ہے جو علم الٰہی اور معرفت الٰہی کی کرنیں بکھیرتے ہیں اور اس کے فیوض وبرکات سے دنیا کے لوگ شرف یاب ہوتے ہیں بلکہ کثیر تعداد میں سالکان، راہ طریقت طے کرتے اور معرفت الٰہی کا جام نوش کرتے ہیں۔

اس لیے ہمیں بھی ہر دم اور ہر لحہ اللہ کے ان محبوب بندوں کی تلاش میں رہنا چاہیے:۔

مگو ارباب دل رفتند و شہر عشق خالی شد
جہاں پر شمس تبریز است مردے کو چو مولانا

غلام مصطفیٰ ازہری (استاذ جامعہ عارفیہ، سید سراواں)

☆☆☆



عبادات الٰہیہ مین خشوع وخضوع

مذہب اسلام ایک سچا صاف ستھرا مذہب ہے اس کی بنیاد اس امر پہ ہے کہ انسان طہارت جسمانی کے ساتھ طہارت قلبی بھی رکھے طہارت قلبی جس درجہ بلند ہوگی انسان اس درجہ مزکیٰ و مصفیٰ ہوگا۔ انسان دین اسلام سے جس درجہ محبت والفت رکھے گا اس درجہ اسے ایمان میں جلا ملے گی۔ ایمان تازہ ہوگا نبی کریم ﷺ کی پاک زندگی کے نقوش کو حرز جاں بنائے گا اسے ایمانی حلاوت محسوس ہوگی جب اسے ایمانی حلاوت مل گئی تو اب عبادات الٰہیہ میں بھی سرور حاصل ہوگا خشوع وخضوع عبادات الٰہیہ کی جان ہیں۔ نبی کریم افضل الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں: انما الصلوٰۃ تسکن و تواضع، بیشک نماز سکون اور تواضع کا نام ہے تمام عبادات الٰہیہ میں بندے کا خشوع وخضوع رب کو مطلوب ہے ارشاد ربانی ہے: اقم الصلوٰۃ لذکری میری یاد کے لئے نماز قائم کرو سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ نے نماز میں یاد الٰہی میں مستغرق رہنے کے لئے چھ چیزیں بیان فرمائیں۔

۱۔ دل کی حاضری

۲۔ نماز کو سمجھنا

۳۔ تعظیم

۴۔ خوف

۵۔ امید

۶۔ حیا

نماز اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا نام ہے تو وہ غفلت سے کس طرح ادا ہوگی: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کر رہے ہوتے تھے جب نماز کا وقت ہوتا تو گویا نہ آپ ہمیں پہچانتے اور نہ ہم آپ کو پہچانتے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کبرائی میں آپ اس درجہ مشغول ہوتے۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: لا ینظر اللہ الی الصلوۃ لا یحضر الرجل فیھا قلبہ مع بدنہ: اللہ تعالیٰ اس نماز کو قبول نہیں فرماتا جس میں آدمی اپنے جسم کے ساتھ اپنے دل کو بھی حاضری نہ کرے۔

۱۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو آپ کے دل کی دھڑکن دو میل کے فاصلے پر سنی جاتی تھی۔

۲۔ حضرت سعید تنوخی جب نماز پڑھتے تو آپ کے آنسو مسلسل رخسار سے داڑھی پر گرتے تھے نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا آپ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا میں بھی خشوع ہوتا (تفسیر قرطبی)

۳۔ حضرت مسلم بن یسار علیہ الرحمہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ نماز کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے ارشاد فرماتے گفتگو کرو میں تمہاری باتیں نہیں سنتا۔ آپ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک کونہ گر گیا لوگ وہاں جمع ہو گئے لیکن آپ کو ختم نماز تک پتہ نہ چل سکا۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا پوچھا گیا امیر المومنین آپ کو کیا ہوا فرمایا اس امانت کا وقت آ گیا جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں، اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس کے اٹھانے سے ڈر گئے۔

۵۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا اہل خانہ پوچھتے آپ کو وقت وضو یہ کیا ہو جاتا ہے وہ فرماتے ہیں تمہیں معلوم ہے میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

۶۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی دعا میں یوں عرض کیا: یا اللہ پاک تو کس کی نماز قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اے داؤد میں اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے تواضع کرتا ہے اور اپنا دل میرے ذکر میں گزارتا ہے۔ میرے لئے اپنے نفس کی خواہشات کو ترک کرتا ہے، بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، مسافر کو جگہ دیتا ہے، اور مصیبت زدہ پر مہربانی کرتا ہے، یہ وہ شخص ہے کہ اس کا نور آسمانوں میں سورج کی طرح چمکتا ہے، اگر وہ مجھے پکارے تو میں اس کا پکار سنتا ہوں، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں۔

۷۔ حضرت حاتم اصم کے بارے میں منقول ہے ان سے نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں مکمل وضو کرتا ہوں تو پھر اس جگہ آ جاتا ہوں جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں بیٹھ جاتا ہوں یہاں تک کہ میرے تمام اعضاء مطمئن ہو جاتے ہیں پھر نماز

۸۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کو حالت نماز میں اس درجہ خشوع وخضوع ہوتا کہ ایک مرتبہ حالت نماز میں زنبور نے سترہ مرتبہ ڈنک مارا جس سے بدن کے سترہ حصوں پر ورم ہو گیا بعد فراغت نماز حاضرین سے فرمایا دیکھئے کس چیز نے مجھے بحالب نماز اذیت دی ہے تلاش کرنے پر شھد کی مکھی نکلی جس نے ڈنک ماری تھی۔

۹۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نماز میں خشوع وخضوع اور حضور قلب اس درجہ تھا کہ شدید ترین تکلیف بھی محسوس نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ کسی بیماری کی وجہ سے بحالت نماز آپ کا پیر کاٹا گیا آپ کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی پھر اس شب کا وظیفہ بھی مکمل کیا۔ محبوبان خدا کو نماز میں ایسا ہی استغراق حاصل ہوتا ہے۔ تجلیات ربانی کا ذوق دوسری جانب متوجہ نہیں ہونے دیتا ایسے ہی لوگوں کی نمازیں ''الصلوٰۃ معراج المومنین'' کا مصداق بنتی ہیں۔

۱۰۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت رابعہ بصریہ کی خدمت میں حاضر ہوا، نماز فجر سے فارغ ہو کر مصلّی پر تشریف فرما تھیں۔ گھر میں شکستہ کوزے پڑے تھے۔ جن سے پانی نوش فرماتی اور طہارت کرتی تھیں، ایک اینٹ سرہانے رکھی تھی اور ایک نرکل کا مصلّی تھا گھر کی کل کائنات یہی تھی۔ میں نے عرض کی مخدومہ میں آپ کو بہت تنگ حال دیکھتا ہوں۔ میرے کچھ احباب تو انگر ہیں۔ ان سے کہدوں کہ آپ کی طرف توجہ کریں۔ فرمایا اے مالک کیا تم نے مالک رازق کو نہ پہچانا کیا تمہیں نہیں معلوم میرا اور اس تو انگر کا رازق ایک ہی ہے۔ تمہارا گمان ہے کہ اس نے تو انگر کو اس کی دولت کے سبب یاد رکھا اور میرے فقر کے سبب مجھ کو بھلا دیا یہ کلمات سن کر حضرت مالک رو پڑے حضرت رابعہ نے فرمایا مالک میرے قریب آؤ اور میری آنکھ دیکھو کہ اس میں کوئی چیز کھٹکتی ہے؟ حضرت مالک نے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے کہ مصلّی کے نرکل سے چند انگشت کا ٹکڑا آنکھ میں داخل ہو گیا جس سے آنکھ تباہ ہو گئی۔ عرض کیا مخدومہ آنکھ تباہ ہو گئی، اور آپ کو خبر نہیں فرمایا اے مالک میں نماز میں تھی، جب یہ حادثہ پیش آیا۔ میں جب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتی ہوں اس وقت ساری دوزخ میری آنکھ میں بھر دی جائے تو خوف خدا کے سبب بالکل خبر نہ ہو۔

۱۱۔ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان کو عبادت الٰہیہ میں اس قدر توجہ الی اللہ اور خشوع وخضوع ہوتا کہ بڑی سے بڑی تکلیف کا احساس نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے علاقہ کے زمینداری میں قیام پزیر تھے درد قولنج کے شدید دورے ہوا کرتے تھے۔ ایک دن تنہا تھے فرماتے ہیں ظہر کے وقت درد شروع ہوا اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا اب نماز کو کھڑا نہیں ہوا جاتا رب عزوجل سے دعا کی اور حضور اقدس ﷺ سے مدد مانگی ، مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سنتا ہے۔ میں نے سنتوں کی نیت باندھ دی درد بالکل نہ تھا۔ سلام پھیرا اسی شدت سے تھا فوراً اٹھ کر فرض کی نیت باندھی درد جاتا رہا جب سلام پھیرا وہی حالت تھی بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف اور سلام کے بعد پھر بدستور، میں نے کہا کہ عصر تک ہوتا رہ۔ پلنگ پر لیٹا پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان نے ادائے نماز اور دفع وسواس کا بڑا مئوثر طریقہ بیان فرمایا ہے جو حضور قلب اور حسن نماز کے لئے اکسیر ہے۔

۱۔ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ بقوت باندھے جائیں۔ نفس کے معدن زیر ناف ہے اور یہاں سے وسوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں، ائمہ شافعیہ رضی اللہ عنہم قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روکیں اور ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ناف کے نیچے باندھتے ہیں کہ ابتدائے سرچشمہ کی بندش کریں، ہاتھ وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے انہیں کس لیا کریں۔

۲۔ نگاہ کے موضع جو شریعت نے بتائے ہیں اس سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشان نہ ہونے پائے۔ اس کی پابندی ضروری ہے قیام میں نگاہ جائے سجدہ پہ رہے۔ رکوع پاؤں پر، قعود میں گود پر، سلام میں شانے پر۔

۳۔ کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔

۴۔ پڑھنے میں جلدی چاہئے کہ آہستہ ڈھیل کے ساتھ جو پڑھا جائے خیال کا انتشار کا میدان وسیع ملتا ہے اور جب جلد جلد الفاظ ادا کئے گئے اور صحت کا بھی لحاظ رہے تو خیال اس طرف سے فرصت ملے گی۔

۵۔ اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصور میں زمین کی طرف متوجہ رہے۔ ہاتھ کھینچے ہوئے نہ ہوں۔ مونڈھے اور ہر کونہ چڑھے نہ ہوں اور پسلیاں سخت نہ ہوں بدن کی یہ وضع بھی وقتاً فوقتاً بدل جائے گی لحاظ رکھیں۔ تبدل پاتے ہی فوراً ٹھیک کر لیں، اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو یا رکوع میں سر نیچا ہو یا سجود میں کلائی یا بازو یا زانو خلاف وضع نہ ہو۔ کہ یہ تو ممنوع ہے۔ بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو۔ نرم ہوں اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو تھوڑی دیر میں دیکھے گا پٹھے سخت ہو گئے شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھے ہوئے معلوم ہوا اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو کوئی جنبش دے، محسوس ہوگا کہ سب اعضاء اتر آئے اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے۔

۶۔ اگر اذکار نماز کے معنی معلوم ہیں فبہا ورنہ اتنا تصور جمائے رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا عاجزی کر رہا ہوں۔ اور اس پر معین ہوگا گڑگڑانے کی صورت منہ بنانا جب یہ وضع بدلے فوراً متوجہ ہو کر پھر بنالے معاً خیال صحیح ہو جائے گا۔

۷۔ وسوسے جو آئیں ان کے دفع کی کوشش نہ کرے اس سے لڑائی باندھنے میں

بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کی طرف متوجہ کر دے اور وسوسے کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے مجھ سے کچھ کام نہیں، اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ یادالٰہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے۔

۸۔ بڑا گر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو نہ بھرا ہو۔ اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرے یہ بھی مضر ہوگا۔ پیٹ بھر کے ضرر کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ افضل و اعلیٰ تہائی پیٹ ہے۔ (امام احمد رضا اور تصوف صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

۹۔ قاسم ابن محمد فرماتے ہیں ہم عبداللہ بن مبارک کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے تو بسا اوقات میرے دل میں ایک خیال گزرتا اور دل میں کہتا کہ ان کو ہم پر کس وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی کہ لوگوں میں اس قدر مشہور ہو گئے اگر یہ نماز پڑھتے ہیں تو ہم بھی پڑھتے ہیں، یہ روزہ رکھتے ہیں تو ہم بھی رکھتے ہیں، یہ جہاد کرتے ہیں تو ہم بھی کرتے ہیں اور یہ حج کرتے ہیں تو ہم بھی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ مکان کے اندر رات کا کھانا تناول کر رہے تھے کہ چراغ گل ہو گیا ہمارے ساتھی چراغ روشن کرنے کی غرض سے چراغ لے کر باہر گئے اور تھوڑی دیر میں چراغ روشن کر لائے۔ میں نے دیکھا کہ اتنی دیر میں آپ کا چہرہ اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اسی خشیت کی بنا پر ان کو ہم پر فضیلت ہے غالباً چراغ گل ہونے پر جب اندھیرا ہوا تو انہیں قیامت یاد آ گئی، جس کے خوف سے آنسوؤں سے تر بتر ہو گئے۔

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید صادق نے سجدہ کیا جسم گھلنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ گوشت پوشت ہڈی پسلی کسی شئی کا نشان باقی نہ رہا، صرف ایک بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی سرکار غوث پاک نے روئی کے پھوئے سے اٹھا کر زمین میں دفن فرمائی اور فرمایا سبحان اللہ! تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر موسیٰ بن ابی عائشہ کے چہرے پر شب بیداری اور نماز تہجد کے باعث اس قدر رونق تھی کہ بقول جریر بن عبدالحمید انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ تہجد کی پابندی کا یہ عالم کہ لوگوں میں بنام متہجد مشہور ہو گئے۔

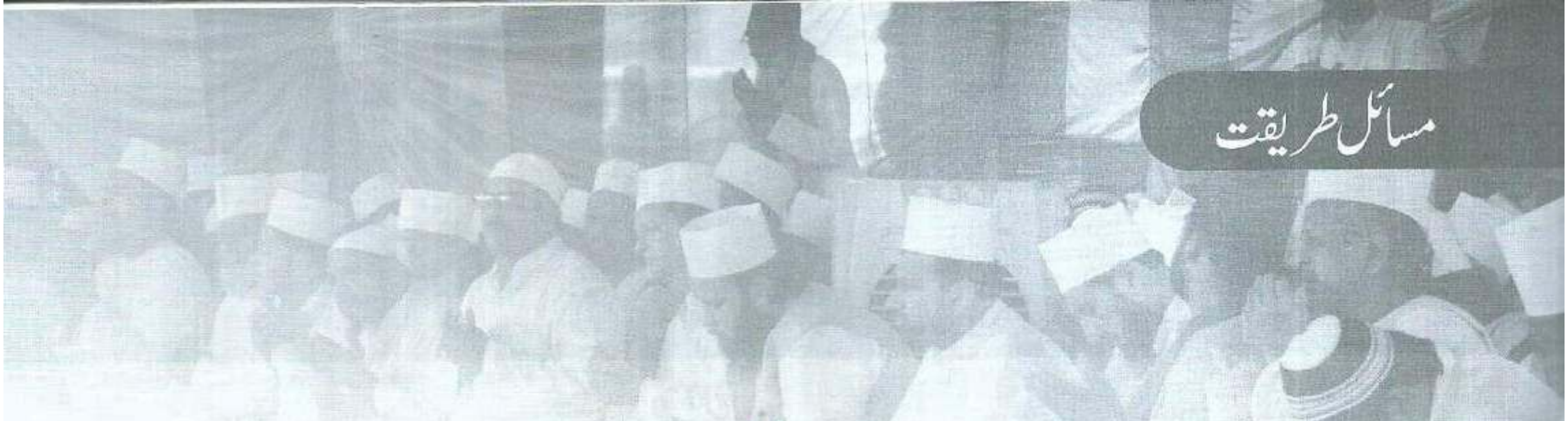
۱۱۔ عمرو بن قیس فرماتے ہیں کہ شب میں جب کبھی میں نے سر اٹھایا تو ان کو نماز میں کھڑا پایا۔

۱۲۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شب میں فرماتے ھذہ لیلتہ الرکوع یہ رات رکوع کی ہے اور پوری شب رکوع میں گزار دیتے دوسری شب میں فرماتے ھذہ الیلتہ السجود یہ شب سجدہ کی ہے اور پوری رات سجدہ میں گزار دیتے۔

غرض کہ اسلام میں عبادات الٰہیہ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ میں خشوع وخضوع کو بنیادی اور اساسی چیز مانا ہے۔

از: مولانا محمد جعفر صادق اعظمی
جامعہ رضویہ، ضیاء العلوم، ادری، مئو





تزکیہ کے لئے شیخ کی ضرورت

قرآن مقدس میں انبیاو مرسلین کے لئے جن فرائض کو بیان کیا گیا ہے ان میں ایک فریضہ تزکیہ بھی ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

یتلو علیهم ایتک و یعلمهم الکتب ولحکمة و یزکیهم (سورہ:بقرہ)

ترجمہ: (انبیاو مرسلین) لوگوں کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں بتاتے ہیں اوران کا تزکیہ کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ تزکیہ ہر مومن کی لازمی ضرورت ہے۔جس کے بغیر وہ کسی صلاح وفلاح کی امید نہیں کرسکتا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قد افلح من تزکی (اعلیٰ)

ترجمہ: جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کرلیا وہی کامیاب ہوا۔

جنت میں دخول کا ذریعہ بھی تزکیہ ہی ہے، ارشاد ربانی ہے: **ذلک جزاء من تزکی** (طہ)

ترجمہ: جنت اس شخص کے لئے ہے جو اپنا تزکیہ کرے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنے تعلق سے اس خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ ہمیں تزکیہ واصلاح کی ضرورت نہیں ہے تو درحقیقت وہ شخص نفس وشیطان کی پیروی کررہا ہے۔

تزکیہ کیسے حاصل کریں؟

تزکیہ دراصل ایک مسلسل عمل ہے، یہ کوئی وقتی کورس نہیں، بلکہ یہ عمل موت تک جاری رہتا ہے۔جس طرح جسم کو طاقت وقوت پہنچانے کے لئے اور باقی رکھنے کے لئے آخری سانس تک اسے خوراک پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح روح کی حیات اوراس کی ترقی کے لئے آخری سانس تک تزکیہ کا عمل جاری رکھا جاتا ہے۔کیونکہ اسی سے انسان کے اندر ایسی شخصیت پیدا ہوتی ہے، جس کا قلب محبت الٰہی کے سوا ہر محبت سے خالی رہتا ہے، جس کا ہر عمل اللہ کی رضا کے مطابق ہوتا ہے۔



خود انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ انسان کو اسفل السافلین (علائق دنیوی) کی تاریک وادی سے نکال کر قرب الٰہی کے نورانی مقام پر فائز کیا جائے۔

تزکیہ کے لئے جن اعمال واشغال کو ذریعہ بنایا جاتا ہے، ان میں بنیادی اور عملی شرط یہ ہے کہ اپنے دور میں کسی مرشد کامل کو تلاش کیا جائے اور بلاشرط اس کو تسلیم کرکے اس کی صحبت وتربیت سے استفادہ کیا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب یہ ذمہ داری صالحین امت میں مشائخ کرام قدست اسرارہم کے حصہ میں آگئی ہے، کیونکہ یہی ہستیاں ان کے حقیقی نائبین اور وارثین ہیں، اس لئے تزکیہ کی راہ میں ان کی ضرورت واہمیت مسلم ہے۔

ہم میں سے بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہمیں کسی شیخ کی ضرورت نہیں، ہمارے لئے ہمارا علم وعمل ہی کافی ہے، ذکرواذکار اور تقویٰ وطہارت ہی دراصل حصول تزکیہ کے لئے کامل نسخہ ہے تو ایسے لوگ بلاشبہ غلط فہمی اور فاسد خیال کے شکار ہیں اور معنوی طور سے ان کے اندر خارجیت کی خوبی موجود ہے۔

دوسری جانب بعض لوگ تزکیہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی شیخ سے بیعت تو ہو جاتے ہیں مگر شیخ کی صحبت اوراس کی تربیت کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور وہ بس دور ہی سے روحانی استفادہ کے قائل رہتے ہیں اور شیخ کے وجود جسمانی سے استفادے کو اہمیت نہیں دیتے یا پھر موجودہ دور میں موبائل فون یا ای میل جیسے الیکٹرانک ذرائع سے شیخ سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، ان کے پاس جانا اور ان کی صحبت میں بیٹھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں یا وفات یافتہ بزرگوں سے عقیدت ومحبت رکھنے کو ہی کافی سمجھتے ہیں، ایسے لوگ کہیں نہ کہیں لاشعوری طور پر رافضیت یا اشراقیت کی زد میں ہیں۔

قرآن سے ثبوت

۱۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **یا یها الذین امنو ا اتقو الله و کونو مع الصدقین** (توبہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کی صحبت اختیار کرو۔

اس میں ایمان وتقویٰ کے بعد سچوں کی صحبت وسنگت



میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر کسی مرد صادق کی ضرورت اور اس کی صحبت ہمارے لئے غیر ضروری ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسے عبث اور بیکار کام کا حکم نہ دیتا۔

اس آیت سے اس خیال کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ اہل علم کے لئے ان کا علم کافی ہے، اس لئے کہ ایمان وتقویٰ کی جانکاری کتابوں کے درس اور مطالعے سے تو حاصل ہو جاتی ہے مگر اس کی روح جسے حدیث میں احسان کہا گیا ہے وہ کسی صاحب احسان ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ روح کے بغیر جسم کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی، ایسے ہی جو روح ایمان وتقویٰ اور احسان سے خالی ہو وہ مفید نہیں۔

۲۔ واتبع سبیل من اناب الی۔۔۔(لقمان)

ترجمہ: اس کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف لو لگائے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ثعالبی فرماتے ہیں:

وقوله سبحانه تعالى: واتبع سبيل من اناب الى وصية لجميع العالم وهذه سبيل الانبياء والصالحين (تفسیر ثعالبی، ج ۳ ص: ۲۰۸)

ترجمہ: اللہ کا یہ فرمان "واتبع سبيل من اناب الى" تمام عالم کے لئے وصیت ہے اور یہ انبیاء و صالحین کا راستہ ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں: **ای سبیل المومنین فی دینک**

یعنی دین میں مومنوں کے طریقے کی پیروی کرو۔

۳۔ یا یها الذین امنوا اتقوا الله و ابتغوا الیه الوسیلة۔۔۔(مائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

مفسرین کرام وسیلہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

والوسیلة هی التی یتوصل بها الی تحصیل المقصود

ترجمہ: اور وسیلہ وہ ہے جس سے مقصود تک پہنچنے میں سہارا لیا جائے۔

۴۔ امام رازی انعمت علیهم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف **اهدنا الصراط المستقیم** پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ **صراط الذین انعمت علیهم** بھی فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مرید کشف وہدایت کے درجات تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسے شیخ کی رہنمائی حاصل نہ کرلے جو اسے راہ حق کی ہدایت دے، نیز گمراہی اور غلط روی سے بچائے۔ (تفسیر کبیر)

مذکورہ آیات وتفاسیر میں صادقین، سبیل اور وسیلہ سے مراد مشائخ طریقت اور اہل اللہ بھی ہیں، بلکہ یہی ہستیاں بہترین مصداق ہیں۔

احادیث سے ثبوت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

۱۔ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اس دن وہاں کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس دن آپ کی وفات ہوئی تو اس دن ہر چیز پر تاریکی چھا گئی۔ ابھی ہم آپ کی تدفین کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہیں جھاڑ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تبدیلی محسوس کی۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں کے قلوب پر صحبت اس قدر اثر انداز ہو سکتی ہے جو براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے فیض حاصل کیا کرتے تھے تو ہم جیسوں پراگندہ قلوب والوں کے لئے صحبت کی کس قدر ضرورت ہو سکتی ہے، یہ ہم اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ ایک بار حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے کہ: **نافق حنظلة**، یعنی حنظلہ منافق ہو گیا۔

راستے میں حضرت ابوبکر سے ملاقات ہوگئی، آپ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے آپ کو بتایا کہ:

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتے ہیں اور ان سے جنت و دوزخ کی باتیں سنتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں مگر جب ہم گھر میں اہل وعیال اور دنیاوی کام میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ کیفیت قائم نہیں رہ پاتی اسی لئے میں ایسا کہہ رہا ہوں۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے حنظلہ! یہی حال میرا بھی ہے۔

چنانچہ وہ دونوں اس مسئلے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے اور اپنی اپنی حالت بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تمہاری یہ حالت ہمیشہ کے لئے ہو جائے تو فرشتے تم سے بستر پر مصافحہ کرنے کے لئے پہنچ جائیں۔ (مسلم، کتاب التوبہ)

فیضان صحبت سے حاصل ہونے والے احوال اور اس صحبت سے دوری کے بعد ان احوال میں تبدیلی کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

۳۔ ایک صحابی کو نظر لگ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **العین حق**۔ (بخاری، باب العین)

یعنی نظر کا لگنا ثابت ہے۔

جب برے لوگوں کی بری نظر اپنا برا اثر دوسروں پر چھوڑ سکتی ہے تو کسی با کمال شخص کی نظر اثر سے کیسے خالی ہو سکتی ہے۔

کہاں تک رنج تسبیح وتلاوت واعظ ناداں
نظر کی چوٹ ہے وہ جس سے دل غافل نہیں ہوتا

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا کنتم ثلاثۃ فامروا علیکم واحد منکم (سنن بیہقی، الامیر فی السفر)

ترجمہ: جب تم سفر میں تین لوگ ہو تو ان میں سے ایک کو اپنا امیر بنالو۔

جب دنیاوی سفر میں امیر کی ضرورت ہوسکتی ہے تو طلب مولیٰ کے سفر میں اس کی ضرورت کیوں نہیں ہوگی۔

مولائے روم فرماتے ہیں:

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

یعنی جو شخص کسی رفیق کے بغیر عشق کی راہ چلا، اس کی ساری عمر راہ عشق میں گزر گئی، مگر وہ راز عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

عقل اور فطرت سے ثبوت

۱۔نفس انسانی ایک بچہ کی طرح ہے جسے اچھے برے کی کوئی تمیز نہیں۔ جس طرح بچے کا اگر کوئی نگراں نہ ہو تو وہ غلاظت و گندگی بھی کھالے گا ہر انسان کا نفس بھی اسی طرح ہے، اگر اس کا تزکیہ و اصلاح کسی رہبر کامل کی نگرانی میں نہ کیا جائے تو وہ بھی حرام وحلال کی کوئی تمیز نہیں کرسکتا ہے اور صحبت شیخ اس لئے ضروری ہے کہ نفس کو پیر کامل کے علاوہ کوئی بھی قابو میں نہیں کرسکتا، جیسا کہ مولائے روم فرماتے ہیں:

نفس را ہیچ نہ کشد جز ظل پیر
دامن آں نفس کش راسخت گیر

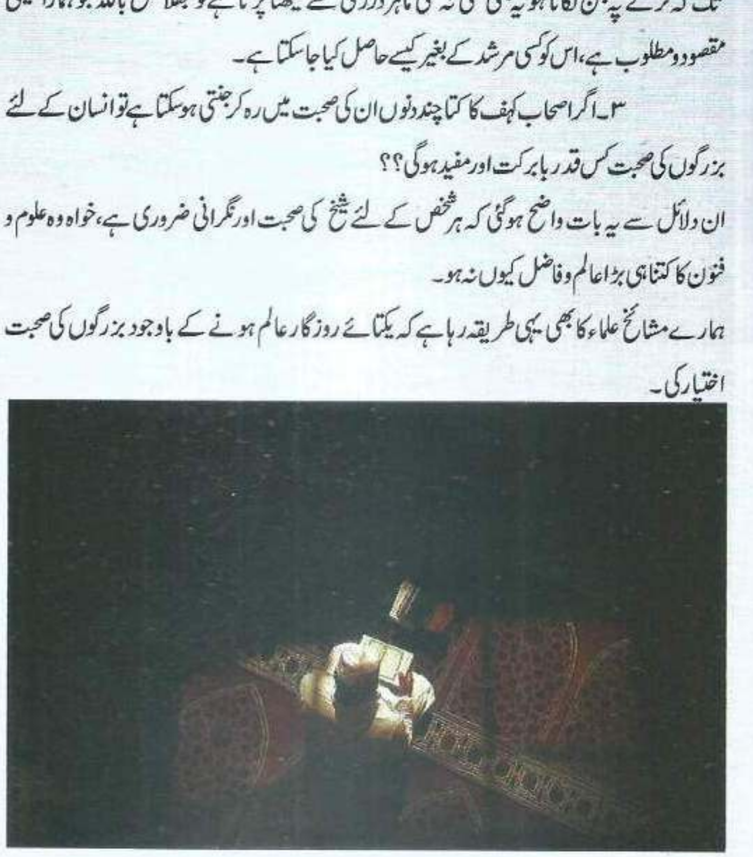
ترجمہ: نفس کو پیر کا سایہ کے علاوہ کوئی نہیں مار سکتا اس نفس کش کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو۔

۲۔دنیاوی امور میں ہر چھوٹے بڑے کام میں کسی نہ کسی استاذ کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں تک کہ کرتے پہ بٹن لگانا ہو یہ بھی کسی نہ کسی ماہر درزی سے سیکھنا پڑتا ہے تو بھلا تعلق باللہ جو ہمارا حقیقی مقصود ومطلوب ہے، اس کو کسی مرشد کے بغیر کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۳۔اگر اصحاب کہف کا کتا چند دنوں ان کی صحبت میں رہ کر جنتی ہوسکتا ہے تو انسان کے لئے بزرگوں کی صحبت کس قدر بابرکت اور مفید ہوگی؟؟

ان دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر شخص کے لئے شیخ کی صحبت اور نگرانی ضروری ہے، خواہ وہ علوم و فنون کا کتنا ہی بڑا عالم وفاضل کیوں نہ ہو۔

ہمارے مشائخ علماء کا بھی یہی طریقہ رہا ہے کہ یکتائے روزگار عالم ہونے کے باوجود بزرگوں کی صحبت اختیار کی۔



مثال کے طور پر خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہنا، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا حضرت بشر حافی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں وقت گزارنا، امام ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کا ایک امّی بزرگ حضرت علی خواص قدس اللہ سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا، مولانا روم جیسی شہرۂ آفاق علمی شخصیت کا بھی ایک امی بزرگ حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہٗ کی غلامی پر ناز کرنا، ملا نظام الدین فرنگی محلی جیسی قد آور شخصیت کا ایک امّی صوفی سید عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہٗ کی صحبت وخدمت سے فیض حاصل کرنا، یہ سب صحبت شیخ میں لازمی طور پر رہنے کی روشن مثالیں ہیں۔

تربیت شیخ کی ضرورت واہمیت واضح کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

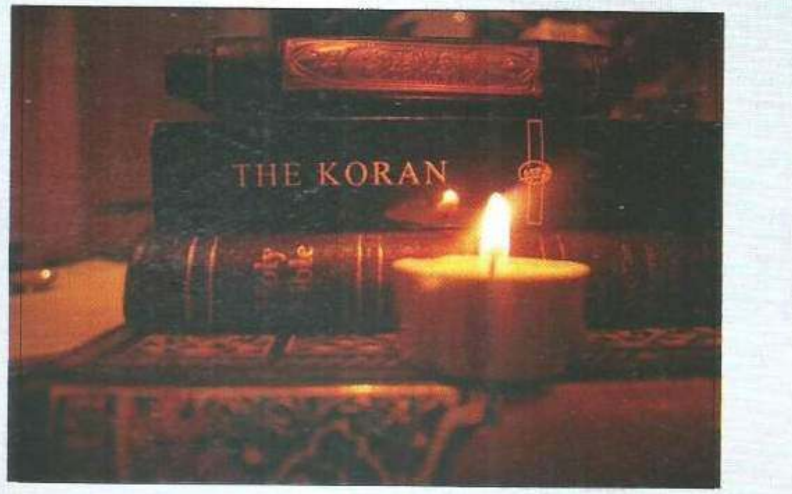
مثنوی ''نغمات الاسرار فی مقامات الابرار'' مین صحبت شیخ کی ضرورت کچھ اس انداز سے بیان کی گئی ہے۔

گر ہے تیرے پاس علم موسوی
جستجو کر پھر بھی خضر وقت کی
جا کسی درویش کامل کے حضور
خاک پہ رکھ دے جبین پر غرور
پوچھ پھر اس مرد داناسے یہ راز
کس طرح ہوتی ہے مستوں کی نماز

تزکیہ کے لئے ارادت حقیقی شرط ہے

موجودہ زمانہ میں جو بیعت رائج ہے وہ بیعت رسمی ہے اس سے سلوک کی راہوں کو طے نہیں کیا جاسکتا یہ تبرکاً حلقۂ ارادت میں داخل ہونا ہے۔ مرید حقیقت میں وہ ہے، جس کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ یریدون وجہہ۔ یعنی جو اللہ رب العزت کے وجہ کریم کا ارادہ رکھنے والا ہے۔ اور مشائخ نے جو ارادت کی تعریف کی ہے وہ بھی اسی مفہوم میں ہے لامحالہ تزکیہ وتصفیۂ احوال ومعاملات کے لئے اسی ارادت کی ضرورت ہے۔ پہلے وہ طالب ہو پھر کسی شیخ کامل کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرے اور اپنے سارے معاملات شیخ کے حوالہ کردے اس کے لئے شیخ سے مکمل رابطہ میں رہے اور ان کی صحبت کو غنیمت جانیں بغیر صحبت کے تربیت کا تصور ناممکن ہے اللہ رب العزت نے،، کونوامع الصادقین،، فرما کر صحبت ہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عمومی طور سے یہ مرض پایا جاتا ہے کہ مرید ہونے کے بعد شیخ کی صحبت و خدمت کو ضروری نہیں سمجھتے اور یہ امید لگائے رہتے ہیں کہ شیخ اپنے باطنی تصرف سے مجھے غائبانہ سلوک طے کرادیں گے اس طرح کی سوچ اصول طریقت کے خلاف بات ہے جو بھی جس مقام پہ پہنچا ہے وہ صحبت شیخ ہی کا فیض تھا چاہے غوث اعظم ہی کیوں نہ ہوں۔ لہذا اس امر کا اہتمام از حد ضروری ہے۔ راہ سلوک میں قدم رکھنے کے بعد اپنی نیت خالص کرلے کہ سلوک کے سارے وظائف ومعمولات میں مقصود اللہ ہو کسی اور غرض کو شامل نہ کرے۔

ایک مدعی تصوف اور خود کو مرید کہلانے والے حضرات کے لئے سیدنا حضور غوث اعظم قدس سرہ کی وہ



تلقین ونصیحت کافی ہے جو آپ کے ملفوظات میں مذکور ہے۔الفتح الربانی کی بارہویں مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں: حق تعالی کے لئے تیری ارادت ابھی تک درست نہیں اور نہ ہی تو اس کا سچا طالب ہے کیونکہ جو حق تعالی کو مقصود ومطلوب سمجھنے کا دعوی کرے اور حقیقت میں غیر مقصود ہو تو وہ کاذب ہے، طالبان دنیا کی کثرت ہے، طالبان آخرت کی قلت ہے اور طالبان حق اور اس کی ارادت میں جو سچے ہیں وہ تو نہایت کم ہیں وہ کبریت احمر جیسے ہیں وہ اس حد تک شاذ ونادر ہیں کہ ایک آدھ ہی پائے جاتے ہیں وہ کسی کنبہ یا قبیلہ میں ایک ایک یا دو دو ہیں وہ زمین میں معدن ہیں، زمین کے بادشاہ ہیں شہر کے باشندوں کے کوتوال ہیں ان کے صدقے خلق خدا بلاؤں سے محفوظ رہتی ہے۔انہیں کے طفیل بارش ہوتی ہے انہیں کی وجہ سے زمین پیداوار دیتی ہے وہ ابتدائی حالت میں پہاڑ کی ایک چوٹی سے دوسری چوٹی کی طرف بھاگتے ہیں ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ویرانہ سے دوسرے ویرانہ کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، جہاں لوگ انہیں پہچان لیتے ہیں تو وہاں سے چل دیتے ہیں، دنیا کی کنجیاں اہل دنیا کے حوالہ کر دیتے ہیں اور اسی حال پر استقامت گزیں رہتے ہیں۔افسوس اس شخص پر جو یہ دعوی کرے کہ ہم بھی انہیں میں سے ہیں، ذرا بتا تو سہی کہ ان کی کون سی علامت تجھ میں موجود ہے، حق تعالی کے قرب اور اسکے لطف وکرم کی کون سی نشانی تیرے پاس ہے؟ خدا کے نزدیک تیرا کیا مقام ہے؟ ملکوت اعلی میں تیرا نام اور لقب کیا ہے؟ ہر شب تیرا دروازہ کس حالت میں بند کیا جاتا ہے؟ تیرا کھانا اور پینا مباح ہے یا خالص حلال؟ تیری خوابگاہ دنیا ہے یا آخرت یا قرب حق تعالی؟۔

آگے آپ نے نصیحت فرماتے ہوئے یہ کلمات ارشاد کئے ہیں:

حق تعالی کے حضور سکون اور گمنامی کو لازم پکڑو اور اس کی بارگاہ کے آداب کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرو اگر تیرا بولنا ہی ضروری ہو تو حق تعالی اور اہل اللہ کے ذکر میں مشغول رہ اور اس سے برکت حاصل کر۔(الفتح الربانی مترجم مجلس دوازدہم)

محبوب الہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ فرماتے ہیں: مرید کی دو قسمیں ہیں، ایک رسمی دوسری حقیقی، رسمی مرید وہ ہے جسے پیر تلقین کرے مطلب یہ کہ دیکھی ہوئی چیز کو نادیدہ اور سنی ہوئی بات کو ناشنیدہ اعتقاد کرے اور اہلسنت والجماعت کی روش پر چلے۔حقیقی مرید وہ ہے، جس پر تلقین کی جائے کہ تو ہماری صحبت میں رہ یا ہم تیری صحبت اختیار کریں۔جو کچھ علماء زبان سے دعوت ونصیحت کرے مشائخ عمل سے دعوت کریں لیکن شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ بیان فرماتے ہیں کہ مرید کے معنی بلحاظ اشتقاق عین ارادت ہے یعنی صاحب ارادت کو مرید کہتے ہیں جیسے عالم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو علم رکھتا ہو۔مگر طریقت میں مرید اسے کہتے ہیں جس کے لئے ارادت ہی نہ ہو یعنی جب تک کوئی شخص ارادت سے مجرد نہ ہوگا اسے مرید نہ کہیں گے مطلب یہ کہ مرید وہ ہے جو اپنا اختیار وارادہ عالم باقی میں منحصر کرے اور خدا کی رضا سے باقی رہے۔(سیر الاولیاء ص ۴۴۷۔۴۴۸)

اولیا کے وجود سے زمین خالی نہیں ہے

یہ سوئے فہم ہے کہ اب کوئی ولی اللہ ہو ہی نہیں سکتا۔واضح رہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے نہ کہ ولایت کا۔کوئی بھی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں مقربان مولی نہ ہوں نیز ان کی تعداد گنتی کے بھی نہیں ہوتے بلکہ اچھی خاصی تعداد میں ہوتے ہیں یہ تو قصور نظر اور کج فہمی کی دلیل ہے کہ اولیا کے وجود کا انکار کیا جائے،اس سلسلہ میں کتاب،،اسرار التوحید کے اندر ایک بڑا ہی دلچسپ واقعہ منقول ہے۔ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہما ایک ہی تخت پر اپنی پوری شان جلالت وتمکنت کے ساتھ جلوہ فرما تھے اسی درمیان حاضرین میں سے ایک شخص کے دل میں یہ خیال گذرا کہ روئے زمین پر ان دو عظیم ہستیوں سے بڑھ کر کہیں کوئی اور نہیں ہو سکتا؟(یعنی جس شان وعزت اور شوکت وحشمت کے مالک یہ دونوں بزرگ ہیں کوئی بھی ان کی طرح نہیں ہو سکتا) ابھی یہ خیال اس شخص کے دل میں پیدا ہی ہوا تھا کہ اسی وقت شیخ ابوسعید مجمع سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اے وہ شخص جو یہ گمان کرتا ہے کہ روئے زمین پر ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے اور نہیں ہیں وہ غور سے میری اس بات کو سن لیں کہ اس روئے زمین پر ابو سعید اور ابوالقاسم جیسے ہر روز ستر ہزار افراد آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔(اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید باب اول)

یہ تو باطنی معاملہ ہے جس پر ہمیں یقین رکھنا چاہئے ضروری نہیں کہ ہم سب لوگ انہیں پہچان ہی لیں کیونکہ بعض اوقات ایسا ممکن ہے کہ خود ولی کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ مجھے ولایت ملی ہے اور نہ لوگ واقف ہوتے ہیں۔سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ فرماتے ہیں: اولیا تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک یہ کہ ایک شخص ولی ہوتا ہے لیکن نہ تو خود اس کو اپنے حال کی خبر ہوتی ہے اور نہ ہی مخلوق اس کے حال سے واقف ہوتی ہے، دوسری یہ کہ مخلوق کو یہ علم ہوتا ہے کہ وہ ولی ہیں مگر خود انہیں اس بات کی واقفیت نہیں ہوتی، تیسری یہ کہ خود بھی واقف ہوتا ہے اور مخلوق بھی جانتی ہے۔

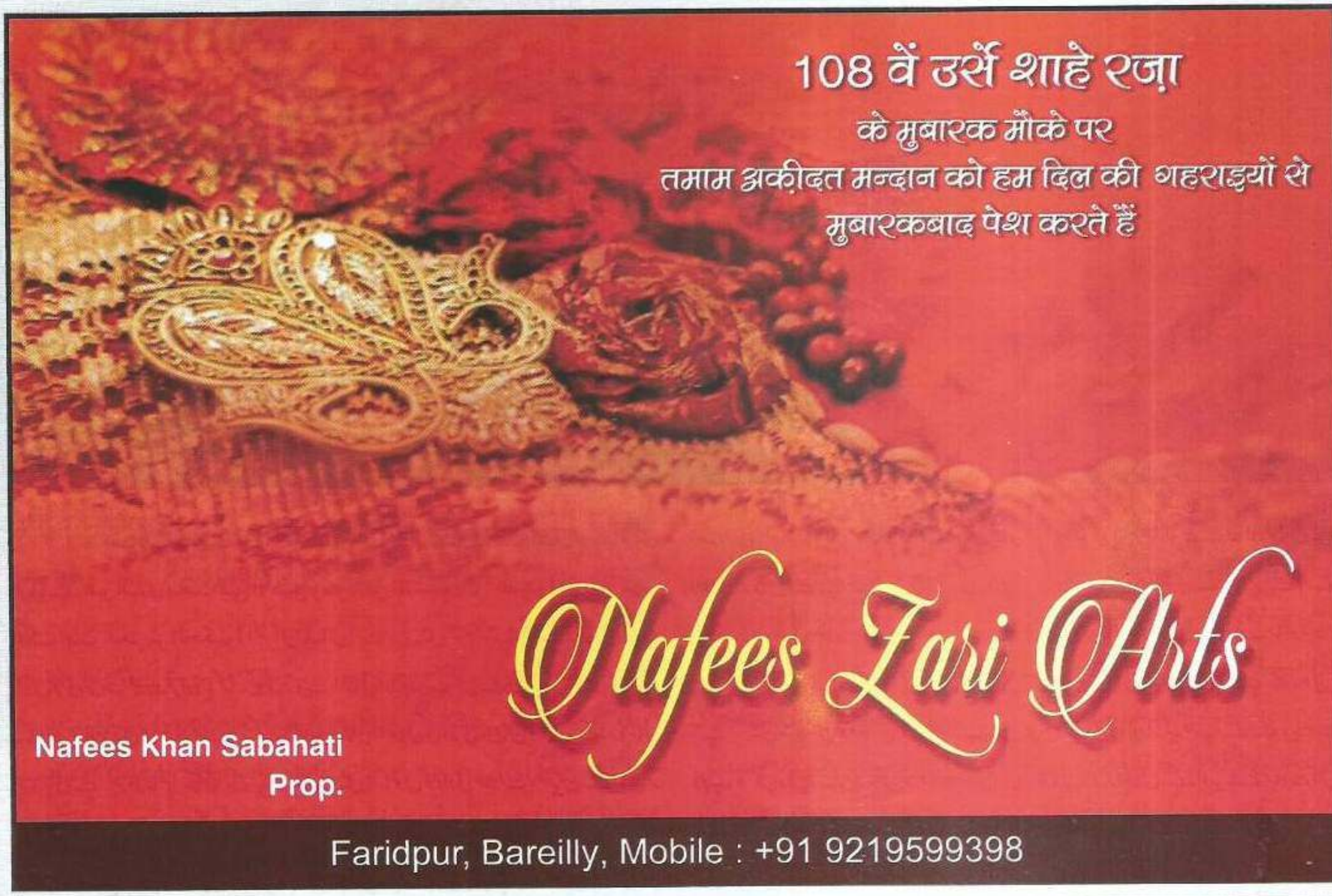
ہاں یہ ضرور ہے کہ ظاہری طور سے کچھ علامتیں ضرور دیکھی جاتی ہیں جو خصوصیت کے ساتھ صاحب ارشاد بزرگ میں مطلوب ہوتی ہیں یعنی جب ہم کسی کو اپنا مرشد ورہنما بنائیں تو ان دس امور کو ضرور دیکھیں جو سلطان المشائخ نے ایک شیخ کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔آپ فرماتے ہیں: شیخ کا ادنی حال یہ ہے کہ وہ درج ذیل اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں۔

اول یہ کہ مرید کی تربیت پر کما حقہ قادر ہو۔دوم یہ کہ راہ یافتہ ہوتا کہ مرید کو راہ دکھا سکے،سوم یہ کہ صاحب آداب ہوتا کہ مرید کو ادب سکھا سکے، چہارم یہ کہ صاحب جود وعطا ہو ریا ونمود نہ ہو، دنیا کی طرف ذرہ برابر متوجہ نہ ہو۔پنجم یہ کہ مرید کے مال میں حرص وطمع نہ کرے۔ششم یہ کہ جہاں تک بن سکے مرید کی تربیت میں نرمی وشفقت سے کام لیں سختی وبے مروتی کا برتاؤ نہ کرے،ہفتم یہ کہ مرید کو حتی الامکان اشارہ وکنایہ کے ساتھ نصیحت فرمائے صراحت کے ساتھ حسب ضرورت حکم دیں ہشتم یہ کہ جس بات کا شیخ مامور ہے اس کا صریحا حکم کریں، نہم یہ کہ جس چیز سے انہیں منع کیا گیا ہو مرید کو بھی اس سے بچنے کا حکم دیں، دہم یہ کہ جس وقت مرید کو اللہ تعالی کے لئے قبول کر لے پھر اس کے بعد کسی اور کی طرف نہ پھیرے۔(سیر الاولیا ۴۸۷)

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر اگر جامد بود در ذکر کن (مولانا روم قدس سرہ)

ترجمہ: اتنا میں نے عرض کر دیا باقی اس میں غور وفکر آپ کریں جب غور وفکر مکمل ہو جائے تو اسے دوسروں کے پاس بیان کریں۔

از: امام الدین سعیدی
استاد جامعہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد

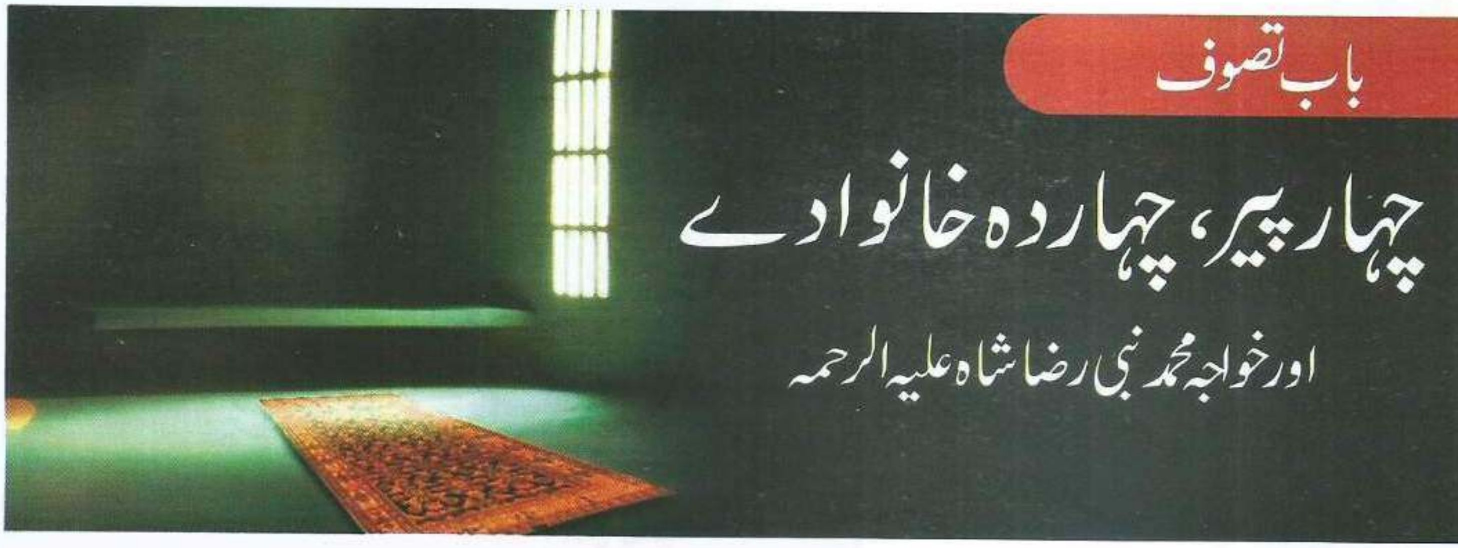

108 वें उर्स शाहे रज़ा
के मुबारक मौके पर
तमाम अक़ीदत मन्दान को हम दिल की गहराइयों से
मुबारकबाद पेश करते हैं
Nafees Zari Arts
Nafees Khan Sabahati
Prop.
Faridpur, Bareilly, Mobile : +91 9219599398


Fasahat
Garments
Sturm Tempete
Manufacturer & Wholesaler Of Jeans
Prop. Noor Mansuri
Shop No. 4 Khajoor Wadi,
Behind Habib Park,
Opp- Railway Station
Jogeshwari (West) 102
Mob: 9322521336
9930764710

باب تصوف

چہار پیر، چہاردہ خانوادے

اور خواجہ محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ



اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاتم النبین ختم المرسلین ﷺ کے مقصد بعثت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ھو الذی بعث فی الامیّن رسولاً مِن انفسھم یتلوا علیھم آیتہٖ و یزکیھم اِنّک انت العزیز الحکیم (القرآن)۔اس آیت کریمہ میں تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیۂ نفوس کوبھی فریضۂ نبوت قرار دیا گیا۔ کیونکہ تربیت، اخلاق اور تہذیب نفس کے بغیر ایک مسلمان کاملیت کے درجہ پر فائز نہیں ہوسکتا۔ قلب کا تزکیہ، باطن کی صفائی، اخلاق کی درستگی، ایمان ویقین کے ذرۂ کمال پر پہنچاتی ہے۔ سرور عالم ﷺ کے پیغام ہدایت میں انسانوں کو وادیٔ ضلالت وطغیان سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کیا اور آفتاب نبوت ورسالت کی شعاؤں نے صحابہؓ کے ذہن ودماغ کی تطہیر کی۔ اوران کے قلوب کو آئینۂ صدق صفا بنادیا۔ اوراس برگزیدہ طبقہ کا ہر فرد منارۂ ہدایت اور مرشد برحق بن گیا۔ صحابۂ کرام کے سامنے رسول علیہ السلام کی ذاتِ پاک تھی۔ جو روحانیت اور اخلاق کا سرچشمہ تھی۔ صحابہ نے اسی شمع ہدایت سے اکتسابِ نور کیا۔ اس لئے ان کے اجزائے تصوف میں روحانیت، اخلاق، عمل، عبادت، زہد، توکل، صبر اور استقامت وغیرہ اس برگزیدہ جماعت کا ہر فرد مشعل ہدایت اور رہنمائے طریقت تھا۔ خودرسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اصحابی کاالنجوم بایھم اقتدیتھم اھتدیتھم ،میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم ان میں سے جس کسی کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔

چنانچہ ان نفوس قدسیہ کے فیضان تربیت نے اسلامی دنیا میں ایسے پاکباز مقدس افراد کی تربیت کی جنہیں ہم تابعین کے لقب سے یاد کیا کرتے ہیں۔ ان کے فیضان نظر سے دنیا میں عشق الٰہی، خلوص وایثار، زہد وتقویٰ کا اُجالا پھیلا اور ان کی درسگاہِ علم وآگہی، ایثار واستغناء سے فیض پانے والے اتباع تابعین نے عشق وارادت، ریاضت ومجاہدہ کی میراث پوری دیانت کے ساتھ دنیا میں عام کی۔

عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین میں تزکیہ باطن کا عمل پوری قوت کے ساتھ جاری تھا اور مسلم معاشرہ کا ہر فرد زیورِ زہد وتقویٰ سے آراستہ تھا۔ صلاح وتقویٰ کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کی جماعت پورے طور پر سرگرم عمل تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے بعد اموی حکومت اور پھر عباسی اقتدار کی باگ ڈور سنبھالنے والے خلفاء وامراء نے نفاذ شریعت، اصلاح معاشرہ اور تربیت اخلاق کا فریضہ انجام دینا تقریباً ترک کردیا۔ جہاں ستانی اور جہاں رانی ان کا محبوب مشغلہ قرار پایا اور ملوکیت وامرئیت کی روش پر گامزن ہوگئے۔ عیش وعشرت اور حصول مال وزر کی دوڑ میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ وہ توکل وقناعت، صبر واستقامت، ایثار واخلاص کا درس دوسروں کو کیا دیتے! انہوں نے ان دینی واخلاقی اقدار کو مٹانے کی ذمہ داری سنبھالی۔ ایوان اقتدار کا یہ طرزِ عمل پوری مسلم سوسائٹی پر اثر انداز ہونے لگا اور لوگوں میں اخلاقی قدروں سے بے اعتنائی رواج پانے لگی۔ ان نازک حالات میں علم وتقویٰ کے مسند پر بیٹھنے والے اصحاب زہد وتقویٰ، علماء ومشائخ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ پوری دیانت کے ساتھ انجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔ ارباب علم ودانش جہاں مسلمانوں میں شعور وآگہی کی شمعیں روشن کررہے تھے۔ وہیں اپنے متعلقین، متوسلین کو معاصی سے اجتناب، شریعت کی پاسداری اور تزکیہ قلب کے لئے ریاضت ومجاہدہ کا سبق دینے لگے اور رفتہ رفتہ علماء ومشائخ کی درسگاہیں اور زاہدوں کے زاویہ ہائے عبادت اہل دل مسلمانوں کا مرکز نگاہ بن گئے اور بیعت وارشاد کے روحانی سلسلے وجود میں آئے اور انہیں سلاسل تصوف وطریقت نے عالم اسلام میں عقیدت وارادت، زہد وتقویٰ، مکارم اخلاق، توکل وقناعت، صبر واستقامت، ایثار واستغناء کی اسلامی روح کو بیدار رکھنے کی بھرپور جدوجہد کی اور آج تک یہ روحانی سلاسل امت مرحومہ کی رگ وپے میں محبت الٰہی، عشق رسول اور مکارم اخلاق کی حرارت اور جوش وجذبہ پیدا کررہے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری میں جب سلاسل طریقت کو حضور کی تہذیب وتربیت اور نظام تصوف سلوک کی تشکیل عمل میں آئی تو ان سلاسل طریقت کو حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی ذات والاصفات تک پہنچانے کے لئے محققین، صوفیاء ومشائخ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ کے سرچشمۂ روحانیت سے جن حضرات نے خصوصی فیض پایا۔ ان میں چار شخصیتیں سب سے زیادہ اہم ہیں، جنہیں دنیائے تصوف میں چہار پیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

چونکہ حضرت علی کرم اللہ کا زمانۂ خلافت خانہ جنگی اور آشوب وفتن سے دوچار ہوا۔ لوگوں میں دنیا سے رغبت کا رجحان آہستہ آہستی پیدا ہونا شروع ہوچکا تھا۔ اس لئے حضرت علی نے اپنے مخصوص حلقہ میں دینی روح بیدار رکھنے اور اخلاقی قدروں کو نمایاں کرنے کے لئے علم باطن کا اہتمام فرمایا۔ ان کے روحانی مکتب کی یہ چار شخصیتیں بہت اہم ہیں۔

(۱) فیروز منقوش، اسم ذات، زمرد موجدار، سائر صفات، شفیق امت، بدر دو محن، امیر المؤمنین امام حسن خلف اعظم وخلیفۂ معظم حضرت علی رضی اللہ عنہما (شہید ۵۰ھ)۔

(۲) مطلع صبح سعادت، مشفق شام شہادت، یاقوت قوت قلوب ضعیفاں، کبریئت احمر، فن معصیتِ عاصیاں، دستگیر اہلِ مشرقین وکونین امیر المؤمنین حضرت ابی عبداللہ الحسن، خلف اصغر وخلیفۂ برتر حضرت علی رضی اللہ عنہما (شہید ۶۱ھ)۔

(۳) خلیفۂ الٰہی، رسالۂ رسالت پناہی، کان حقیقت، طریق طریقت، ولاذ اولیائے کبیر،

محاذ اصفیائے روشن ضمیر، سرحلقۂ اصحاب رہبری، امام المتقین حضرت خواجہ حسن بصری خلیفۂ مولیٰ علی رضی اللہ عنہما (م سنہ ۱۱۰ھ)۔

(۴) استادالاستاد، پیشوائے عباد، مرجع اقطاب واوتاد، قطب الارشاد، خواجہ کمیل بن زیاد، خلیفہ حضرت علیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہما (م سنہ ۱۳۰ھ)۔

ان چار پیران تصوف میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کو اشاعت علم اور ترویج روحانیت کا طویل عرصہ میسر آیا اور اپنے حلقۂ ارشاد و بیعت کو وسعت دی۔ ان کے حلقۂ ارادت سے عظیم روحانی شخصیتیں وجود میں آئیں۔ جن میں حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہما سے طریقت وتصوف کے طاقتور خانوادے پیدا ہوئے۔ جن سے دنیائے اسلام کے بیشتر روحانی حلقے فیض یاب ہیں۔ حضرت عبدالواحد بن زید سے......(۱) زیدیہ......(۲) عیاضیہ......(۳) ابراہیمیہ ......(۴) حبیریہ......(۵) چشتیہ (پانچ خانوادے)

حضرت حبیب عجمی سے......(۱) عجمیہ......(۲) طیفوریہ......(۳) کرخیہ......(۴) سقطیہ......(۵) جنیدیہ......(۶) گازرونیہ......(۷) طوسیہ......(۸) فردوسیہ......(۹) سہروردیہ (نو خانوادے)

دنیائے تصوف میں یہ چودہ خانوادے بنیادی تسلیم کئے گئے ہیں۔ مگر ان کے علاوہ بھی بہت سارے طاقتور سلاسل وجود پذیر ہوئے۔ چنانچہ حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔ اگرچہ گرمشائخ روزگار خانوادہ بچہاردہ اشتہار یافتہ ولیکن خانوادۂ بسیارس اکابرین آخرین روزگار انتشار شدہ اند (لطائف اشرفی ۳۴۱) اگرچہ زمانہ کے مشائخ میں ۱۴ر خانوادے مشہور ہیں لیکن بہت سے خانوادے اکابر مشائخین سے اشاعت پذیر ہیں۔

بعد کی صدیوں میں بیشمار سلاسل رونما ہوئے اور پھر ان سے متعدد سلاسل وجود میں آئے اور آج تک سلاسل کی انشعاب کا سلسلہ جاری ہے۔ جب کہ اکثر اصولی وفروعی سلسلوں کی اثاثی شخصیت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کی ذات صفات ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلاسل تصوف کی نسبت متعدد مشائخ کی جانب کیوں کی جاتی ہے۔ ان کی علیٰحدہ شناخت کیوں کی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی چشمہ اور منبع سے پانی کی متعدد نہریں پھوٹتی ہیں۔ کچھ دور وہ متوازن چلتی ہیں اور پھر وہ مختلف سمتوں کا رخ کرتی ہیں اور جب وہ زمین کے وسیع حصے میں پہنچتی ہیں تو قدرتی یا مصنوعی طور پر زمین کی سیرابی کے لئے متعدد شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند نہریں کسی مقام پر مل کر ایک بڑی نہر کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ مگر ان تمام نہروں میں ایک ہی منبع کا پانی ہوتا ہے اور ان نہروں کے نام مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح طریقت ومعرفت کی متعدد ومختلف نہریں ایک ہی بحر معرفت سے جاری ہوتی ہیں۔ ان سب سلاسل کی روح ایک ہی ہے۔ ان کا مقصد ورع بھی ایک ہے۔ مگر طریقۂ کار اور طرز عمل میں قدرِ تفاوت وامتیاز پائے جانے کی وجہ سے ان کی علیٰحدہ علیٰحدہ شناخت قائم کردی گئی ہے۔ ان کے نام بھی مختلف ہو گئے ہیں۔

زمان ومکان کے تغیرات واختلافات، افراد واقوام کی طبیعت وتنوع کی بنیاد پر مشائخ کرام نے اپنے اپنے حلقوں میں تزکیۂ باطن، اصلاح نفس کے لئے مختلف طریقے رائج کئے ہیں۔ جس طرح طبیب حاذق طبعی حالات اور مریضوں کے مزاج کو مدِّ نظر رکھ کر مختلف طریقۂ علاج اختیار کرتا ہے یا مرض کی نوعیت مریض کی کیفیت تو ایک ہی ہوتی ہے مگر متعدد اطباء اپنے اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں مختلف دوائیں اور علاج کے جداگانہ طریقے تجویز کرتے ہیں یہی حال روحانی اطباء کا بھی ہے۔ وہ اپنے مریدوں کی مزاجی کیفیت ومعاشرتی ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے قلب کی صفائی اور روح کی طہارت کے لئے نسخے اور پرہیز تجویز کرتے ہیں۔ آگے چل کر یہی طریقے ان سلاسل کی امتیازی خصوصیات کے حامل ہو گئے۔ اسی طرح تقریباً تمام سلاسل کا اپنا اپنا انداز فکر ہے اور اس کی مخصوص کیفیتیں اور حالتیں ہیں۔ ان کی تعلیم کا طریقہ مختلف ہے۔ اگر ہم تمام مشہور سلاسل اور خانوادوں کی کیفیت وکمیت کا مشاہدہ کریں تو یہ صداقت سامنے آتی ہے کہ ہر سلسلہ کے لئے ایک مخصوص مسلک اور اس کی تعلیمات کی منفرد نوعیت ہے۔ لیکن ان تمام سلاسل کا منبع وملجا ومرکز سرورِ کائنات، فخر موجودات، خاتم النبیین ﷺ کی برگزیدہ ذات اور ان کی اتباع ومحبت ہے اور یہ ایسی اہم اور بنیادی خصوصیت ہے جو ہر سلسلہ میں لازمی طور پر پائی جاتی ہے۔ ذیل میں چند اہم سلاسل طریقت کی خصوصیات تحریر کی جاتی ہیں۔

(۱) سلسلۂ زیدیہ:۔

اس سلسلۂ طریقت کا انتساب حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمہ کی طرف کیا جاتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد سے بھی فیض پایا تھا۔ اس سلسلۂ عالیہ میں تجرد کو خاص اہمیت دی گئی، گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر عبادت وریاضت، توبہ و استغفار کو معمول بنایا گیا۔

زیدی ہمیشہ جنگل میں خلوت کرتے تھے اور کمال مجاہدہ کی وجہ سے تین چار روز کے بعد جنگلی پودے یا گھاس سے افطار کیا کرتے تھے۔ کسی شہر یا گاؤں میں نہیں جاتے تھے اور کسی جانور کو ذبح نہیں کرتے تھے اور فتوح قبول نہیں کرتے تھے۔ (میرات الاسرار ص ۶۹)

(۲) سلسلۂ عیاضیہ:۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ آپ ترک وتجرید اور



مریدوں کی تربیت میں شانِ عظیم رکھتے تھے جو حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتا اپنے شہر و قبیلہ کی نسبت ترک کر کے ان کا ہو جاتا۔ عیاضی ہمیشہ سفر میں رہتے، تنہائی کی زندگی بسر کرتے، شادی نہ کرتے، گھروں میں رہتے، نیا کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ پھٹ جاتے تھے تو ان میں پیوند لگاتے۔ کسی سے سوال نہ کرتے جو کچھ غیب سے بلا طلب ان کو مل جاتا خرچ کرتے تھے۔ اکثر کھانا مہمانوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ خلق سے راہ و رسم نہ رکھتے تھے۔ دنیا اور متاعِ دنیا کو پرکاہ سے یا اس سے بھی کم اہمیت دیا کرتے تھے۔ حضرت فضیل بن عیاض ارشاد فرمایا کرتے تھے اگر دنیا کی ہر لزت میرے لئے جائز کر دی جاتی جب بھی میں دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا لوگ حرام و مردار سے نادم رہتے ہیں۔ متوکل وہی ہے جو خدا کے سوا کسی سے خائف نہ ہو اور نہ کسی سے امیدیں وابستہ کرے۔ توکل خدا پر شاکر و قانع رہنے کا نام ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۵۹)

(۳) سلسلۂ ابراہیمیہ :۔

اس سلسلہ کے بانی سلطان التارکین حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام، حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہم سے معرفت و سلوک کا درس لیا اور ان تینوں بزرگوں سے خلقۂ ارادت حاصل کیا۔ جب مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے تو ایک جہاں آپ کی خدمت میں رہ کر ہدایت پاتا تھا۔ آپ سے منسوب ہونے والے ابراہیمی یا ادہمی کہلاتے تھے۔ اس سلسلہ کے بزرگ دائمی سفر اور تجرید کو اپنا معمول بناتے۔ ذکر جہری خوب کرتے، لوگوں سے سوال کو حرام سمجھتے، بغیر سوال غیب سے جو کچھ مل جاتا کھا لیتے، اہلِ دنیا کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے۔ سارے اوقات ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ (سید الاقطاب ص ۶۸)

(۴) سلسلہ ہبیریہ:۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سلسلہ کے وابستگان آبادیوں میں بود و باش اختیار نہ کرتے، جنگلوں اور ویرانوں میں قیام کرتے، ہر وقت باوضو رہتے اور حضور قلب کے ساتھ طاعت و عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ لوگوں سے میل جول پسند نہ کرتے۔ نذر و فتوح سے احتراز کرتے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ تین چار روز کے بعد جنگلی پھلوں یا پتیوں سے افطار کرتے۔ ہمیشہ دل کی پاسبانی کرتے۔ یعنی اپنے دل کو خطرات و ساوس سے محفوظ رکھتے تھے۔ (مرآۃ الاسرار ص ۷۰)

(۵) سلسلۂ عجمیہ :۔

اس سلسلۂ ارشاد و بیعت کے بانی خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو خواجہ حسن بصری کے صحبت یافتہ اور خلیفہ تھے۔ اس سلسلہ کے متبعین اکثر و بیشتر پہاڑوں میں بود و باش رکھتے۔ شہروں کی زندگی پسند نہ کرتے۔ وہ ستر پوشی کے مقدار کپڑا پہنتے۔ صائم الدہر رہتے۔ سات دن کے بعد ایک کھجور سے افطار کرتے۔ صحرائی اور کوہستانی جانوروں سے موانست رکھتے۔

(۶) سلسلۂ کرخیہ :۔

اس سلسلۂ تصوف کے بانی ابو محفوظ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے فیض پایا اور ان کی خاص توجہ سے علم باطن میں کمال حاصل کیا اور ان کی خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر موضع کرخ بغداد میں مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔ مریدوں تربیت میں بڑا کمال تھا۔ آپ کی وساطت سے سات مشائخ کے سلسلے حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضرت علی تک پہنچتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت داؤد طائی خلیفہ حضرت حبیب عجمی سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی۔ اس سلسلۂ طریقت میں اکثر اوقات ترک و تجرید کے ساتھ خلوت میں رہنے پر زور دیا جاتا تھا۔ تلاوت قرآن حکیم اور ذکر و فکر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کے لوگ خوف و خشیت الٰہی سے گریہ زاری میں مشغول رہتے ہیں۔ اپنی ذات کو خلق خدا سے کمتر و کہتر سمجھتے ہیں۔ تاکہ نفس فریب عبادت میں بتلا نہ کر دے۔ (مرآۃ الاسرار ص ۷۴)

(۷) سلسلۂ سقطیہ :۔

اس خانوادۂ طریقت کے بانی حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ترک و تجرید، ریاضت و مجاہدہ اور علم و فنا دمیں بے نظیر تھے۔ اس سلسلہ کے وابستگان صائم الدہر، قائم اللیل، دنیاداروں سے پرہیز کرتے۔ لوگوں کے عطیات و فتوح قبول نہ کرتے۔ شب و روز رب کی طاعت و بندگی میں مصروف رہتے۔ تین دن بعد خلوت سے باہر آتے اور روٹی کے خشک ٹکڑوں سے افطار کرتے۔ (مرآۃ الاسرار ص ۷۴)

(۸) سلسلۂ طےفوریہ:۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کا طریقہ عشق الٰہی میں سکر اور بیہوشی کا تھا۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے شوق کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس میں انسان بیہوشی کی حد تک کھو جائے لیکن اقتداء اور پیروی کے بارے میں اس طریقت کے مشائخ اس امر پر متفق ہیں کہ اقتداء اور پیروی بہر حال اس مستقیم الحال شخص کی کرنی چاہئے جو احوال کی گردش سے خلاصی پائے ہوئے ہو۔ جو راہِ مستقیم پر اس درجہ جم چکا ہو کہ وہ سکر اور بیہوشی کے باوجود جادۂ حق سے ادھر اُدھر نہ ہو۔ جس کا سکر اور بیہوشی حق کے لئے ہونا یہ کہ اسے حق و باطل کا بھی ہوش نہ رہے۔ غلبۂ حال اور سکر اس سلسلہ کی اہم خصوصیت ہے، جس سے روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک رسائی ہوتی ہے۔

(۹) سلسلۂ جنیدیہ:۔

اس سلسلہ کے بانی سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس خانوادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کا طریقہ طےفوری گروہ کے برعکس صحو یعنی ہوش پر مبنی ہے۔ جنیدیوں کا خیال ہے کہ سکر بچوں کے کھیل کی جگہ ہے اور صحو مردوں کی فنا کا میدان۔ ان کے نزدیک صحو سے مراد و ہوش مندی ہے کہ آدمی خداوند تعالیٰ کے ساتھ اپنے حال اور معاملہ کو درست کرے، نا کہ دنیا کمانے اور سمیٹنے میں ہوشیاری اور ہوش مندی برتے۔ حضرت جنید کا ارشاد ہے۔ الصحوا عبادة بلا خلاف عن صحة حال العبد مع الحق یعنی صحو کے معنی حق تعالیٰ کے ساتھ بندے کے اس طرح صحیح الحال ہونے کے ہیں کہ اس میں کچھ خلاف نہ رہے۔ قول فیصل سکر و صحو کے درمیان تطبیق کا عارفانہ نکتہ حضرت ہجویری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اصل حقیقت یہ ہے کہ جو چیز مطلوب حقیقی ہو وہ خداوند تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں سچی جانثاری اور فدویت ہے" اس بارے میں انسان کے اپنے وجود سمیت دنیا جہان کی کوئی شئے سر مو اس کے راستے میں حائل نہ ہو سکے۔ اگر یہ حالت حاصل ہو جائے تو جہاں یہ چیز ایک طرف حقیقی سکر ہے تو دوسری طرف یہی چیز کمال ہوش مندی اور حقیقی صحو ہے۔ نہ ہوش اور صحو کا اس سے بڑھ کر کچھ مقصود ہے اور نہ سکر و غلبۂ حال کا، اور اگر یہ صورت ہے تو صحو مناظرہ بازی ہے اور سکر و صحو دونوں بے معنی اور بے فائدہ الفاظ کا گورکھ دھندا ہے۔

(۱۰) سلسلۂ چشتیہ:۔

اس خاندان تصوف کے بانی حضرت شیخ ابو اسحاق شامی چشتی علیہ الرحمہ ہیں۔ اس سلسلہ کی اشاعت شہر چشت سے ہوئی اور پھر سنجان، دمشق، بجستان، خراسان اور نیشاپور ہوتا ہوا یہ سلسلۂ طریقت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعے ہندوستان آیا۔

اس سلسلہ میں ظاہر سے زیادہ باطن پر زور دیا گیا۔ وجد و سرمستی پیدا کرنے کے لئے سماع سے کام لیا جاتا ہے۔

۱) سلسلۂ چشتیہ کی اساس عشق الٰہی پر ہے۔ طاعت و عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کا اصل مقصود سوزِ عشق کا فروغ ہے۔

۲) نفس کی مخالفت اس سلسلہ میں کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ چشتی مشائخ کے نزدیک النفس الصنم الاکبر، نفس سب سے بڑا بت ہے، جس کی شکست و ریخت راہِ سلوک کی پہلی منزل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ چشتی صوفیاء کے نزدیک نفس کی مخالفت عبادت کی اصل ہے اور اس کی موافقت کفر ہے۔

نفس کو زیر کرنے اور اسکی تادیب کے لئے مجاہدات پر زور دیا جاتا ہے۔ ریاضت و مجاہدہ کا مقصود تصفیۂ باطن اور تزکیۂ اخلاق ہے، حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو مخالفت ہوائے نفس اور دوسرے ایصال منفعت للغیر۔

۳) اخلاقی اقدار اور صفات محمودہ کے فروغ پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ اخلاق تادیب و تربیت کے دو پہلو ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں ایک تخلیہ اور دوسرا تحلیہ۔

۴) چشتی صوفیاء افراط و تفریط کے مغالطے میں پڑنے سے بچتے ہیں اور زہد و ترک دنیا کے باب میں غلو نہیں کرتے۔ شریعت کی پاسداری کا پورا پورا لحاظ کرتے (مرأۃ الاسرار ص ۷۲)

(۱۱) سلسلۂ سہروردیہ:۔

اس خانوادۂ طریقت کے بانی حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی علیہ الرحمہ ہیں جو شیخ وجیہ الدین ابو حفص کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس سلسلہ کی اشاعت آپ کے مرید و خلیفہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ کی مشہور زمانہ کتاب 'عوارف المعارف' تصوف کی گرانقدر کتاب اور صوفیاء کے لئے مشعل ہدایت ہے۔

اس سلسلۂ طریقت میں اتباع رسول اور محبت الٰہی کی تعلیم دی گئی ہے۔ بلکہ پیروی رسول ﷺ عین محبت الٰہی ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں، پس جو شخص جتنا زیادہ متبع رسول ﷺ ہے اسی قدر زیادہ وہ محبت الٰہی کا بھی حصہ دار ہے اور صوفیاء ہی نے اسلامی گراہ میں سب سے بڑھ کر اتباع رسول کی ہے (عوارف المعارف ص ۲۶)۔

اس لئے علم و عمل دونوں پر توجہ دی جاتی ہے۔ لیکن پیروی رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ پر زیادہ زور ہے۔ پیروئ راہِ حق اور اتباع مسلک خاص اصول ہے۔ اس سلسلہ کی اشاعت کا مرکز بغداد تھا۔ وہاں یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریہ ملتانی علیہ الرحمہ کے ذریعہ ہندوستان آیا اور پنجاب، یوپی، بہار، بنگال میں خوب پھیلا۔

(۱۲) سلسلۂ گازرونیہ:۔

اس سلسلہ کے بانی خواجہ ابو اسحاق شہریار گازرونی علیہ الرحمہ ہیں۔ حضرت خواجہ عبد اللہ خفیف علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ ہیں جو شیخ رویم کے خلیفہ اور وہ حضرت جنید بغدادی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ طریقت نے خرقۂ خلافت دے کر فرمایا میں نے تمہیں دنیا بھی دی اور دین بھی دیا۔ تم علم اور نشان بادشاہی قبل ساتھ ساتھ لے کر چلو، اس سلسلہ کے لوگ ویرانوں اور جنگلوں میں نہیں رہتے بلکہ خلق خدا میں عام انسانوں جیسی زندگی گذارتے مگر اصلاح عمل اور تزکیۂ نفس سے غافل نہیں ہوتے۔ اسمائے اعظم اور دعائے بانت القدرہ بہت زیادہ پڑھتے تھے۔ (مرأۃ الاسرار ص ۷۶)

(۱۳) سلسلۂ طوسیہ:۔

یہ خانوادۂ طریقت حضرت شیخ علاء الدین طوسی علیہ الرحمہ سے منسوب ہے۔ جو حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ یہ سلسلہ چھ واسطوں سے جنید بغدادی علیہ الرحمہ پر منتہی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں وجد و حال پیدا کرنے کے لئے سماع کا بطور خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ ذکر جلی ان کا محبوب شغل ہے۔ ریاضت و مجاہدہ پر زور دیا جاتا ہے۔ مرأۃ الاسرار ص ۷۶)

(۱۴) سلسلۂ فردوسیہ:۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ ولی تراش رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کا مرکز اشاعت خارزم ہے۔ اس سلسلہ کو کبرویہ نام سے بھی یاد کیا گیا۔ ہندوستان میں یہ سلسلۂ فردوسیہ کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ نجم الدین کی تعلیمات میں تقویٰ اور تفقہ کے ساتھ علم شریعت و طریقت پر بھی زیادہ زور دیا گیا۔ فردوسیہ میں شریعت کی پابندی کے ساتھ علم و عمل کی آراستگی بھی لازمی ہے۔ حضرت مخدوم جہاں جو اس سلسلے کے عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ وہ خود بہت بڑے صاحب علم اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ اس لئے انہوں نے علم پر زیادہ زور دیا اور شریعت کی پیروی لازمی قرار دی، امیر المؤمنین، امام المتقین حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے ارشاد "من عرف نفسهٗ فقد عرف ربهٗ" کی اس طرح تعلیم دی گئی ہے کہ اس سلسلہ کے مشائخ علم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہونے کے باوجود اپنے میں اس طرح گم ہیں کہ گمنام پسندی ان کا خاص مسلک ہو گیا۔

آفتاب ولایت، قطب زمانہ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ معروف بہ دادا میاں علیہ الرحمہ (۲۵ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۶۷ء تا ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ۲۱ فروری ۱۹۱۱ء) کا آفتاب ولایت جو چودہویں صدی کے ثلث اول میں آسمان رتبۂ ہدایت پر جلوہ گر رہا۔ جس کی نورانی شعاعوں نے برصغیر ہند کو روشن کیا۔ آپ کا سلسلہ جہانگیریہ ابوالعلائیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، فردوسیہ، قلندریہ سے موسوم ہے، جس کی ہمہ گیر اشاعت فرمائی۔ حضور دادا میاں علیہ الرحمہ کے سلسلۂ بیعت و طریقت نے متعدد طاقتور، روحانی سلاسل کی نشستیں اور ان کی اہم خصوصیات یکجا ہو گئیں۔ اس طرح سلسلۂ جہانگیریہ ابوالعلائیہ متعدد اہم سلسلوں کا سنگم بن گیا ہے۔

حضور خواجہ محمد نبی رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کو شرف بیعت و خلافت حضرت فخر العارفین مولانا عبدالحیٔ چاٹگامی (۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء تا ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء) سے حاصل ہوا۔

حضور فخر العارفین آپ سادات حسینی کے چشم و چراغ اور حضور سیدنا شیخ العارفین سیدنا مولانا مخلص الرحمٰن جہانگیر متوفی ۱۳۰۲ھ کے صاحبزادے مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد والد حقیقی سے جو بھی سینہ بہ سینہ عطا ہوا سب آپ نے آفتاب ولایت حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ دادا میاں علیہ الرحمہ کو عطا کر دیا۔ آفتاب ولایت حضور دادا میاں علیہ الرحمہ کا سلسلہ جہانگیریہ میں تقریباً تمام مشہور سلاسل طریقوں و تصوف کا جامع ہے۔ یہ سلاسل جس سنہری کڑیوں کے ذریعہ سلسلہ جہانگیریہ میں مربوط ہوتے ہیں، اسے باختصار نظر قارئین کیا جاتا ہے۔

سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، قلندریہ

یہ سلسلہ آپ کا اصل سلسلہ ہے۔ حضور پرنور ﷺ سے حضرت علی، سید الشہداء، سید سجاد، حضرت امام باقر و جعفر صادق تا غوث اعظم جو قادری نسبت ہے وہ بھی قادریوں کی ہے، حضور غوث اعظم سے یہ سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہوتا ہوا حضرت سید نجیم الدین قلندریہ تک پہنچتا ہے۔ سید نجیم الدین قلندریہ علیہ الرحمہ تک ایک اور سلسلہ قلندریہ حضرت خضر رومی بختیار کاکی علیہ الرحمہ سے ہوتا ہوا پانچ واسطوں سے سرکار دو عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ پھر بختیار کاکی سے ہوتا ہوا خواجہ غریب نواز درجہ بدرجہ خواجہ بدر الدین کے واسطے سے مولیٰ علی تک پہنچتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ قطب بینائے دل قلندر

جونپوری علیہ الرحمہ سے ہوتا ہوا مخدوم منعم پاکباز تک پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے درجہ بدرجہ حضرت فخر العارفین اور حضرت دادا میاں تک۔

سلسلۂ ابوالعلائیہ نقشبندیہ

دادا میاں کا سلسلۂ جہانگریہ ابوالعلائیہ تیرہویں صدی ہجری کا معروف سلسلہ ہے، یہ نسبت سرکار دوعالم ﷺ سے خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ہوتا ہوا امام جعفر صادق تک پہنچتا ہے۔ ایک اور نسبت حضور پرُنور ﷺ، حضرت علی، سید الشہداء، سید سجاد، امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ تک پہنچتا ہے اور پھر یہ سلسلہ درجہ بدرجہ حضرت بہاء الدین نقشبندی اور پھر خواجہ عبید اللہ احرار سے ہوتا ہوا حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء (۹۹۰ھ تا ۱۰۶۱ھ) تک پہنچتا ہے۔ پھر یہاں سے خواجہ میر دوست فرہاد دہلوی شاہ اسد اللہ سے ہوتا ہوا مخدوم منعم پاکباز اور پھر درجہ بدرجہ دادا میاں تک پہنچتا ہے۔

سلسلۂ چشتیہ، نظامیہ، فردوسیہ

یہ سلسلہ حضور پرُنور سید عالم ﷺ حضرت علی، خواجہ حسن بصری سے درجہ بدرجہ حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔ آپ سے خواجہ بختیار کاکی، بابا فرید، حضرت نظام الدین اولیاء تا درجہ بدرجہ عبد القدوس گنگوہی یہاں سے درجہ بدرجہ حضرت فخر العارفین اور پھر دادا میاں تک پہنچتا ہے۔

سلسلۂ فردوسیہ

یہ سلسلہ سرکار دوعالم ﷺ، حضرت علی، سید الشہداء امام حسین سے ہوتا ہوا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور پھر درجہ بدرجہ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی، یہاں سے سہروردی نسبت شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتی ہے، وہاں سے درجہ بدرجہ حضور مخدوم جہاں شرف الدین یحیٰ منیری تک اور پھر وہاں سے درجہ بدرجہ سیّد جعفر دیوان اور پھر مخدوم منعم پاکباز تک اور پھر درجہ بدرجہ دادا میاں تک پہنچتا ہے۔

سلسلۂ قادریہ رزاقیہ

یہ سلسلہ حضور پرُنور سیّد عالم ﷺ سے غوث پاک تک بیان ہو چکا ہے۔ حضور غوث پاک اور ان کے صاحبزادے حضرت سیّد عبد الرزاق علیہ الرحمہ سے درجہ بدرجہ حضرت حافظ و قاری سیّد عبد الرزاق علیہ الرحمہ تک اور پھر آپ سے حضور فخر العارفین اور پھر دادا میاں تک پہنچتا ہے۔

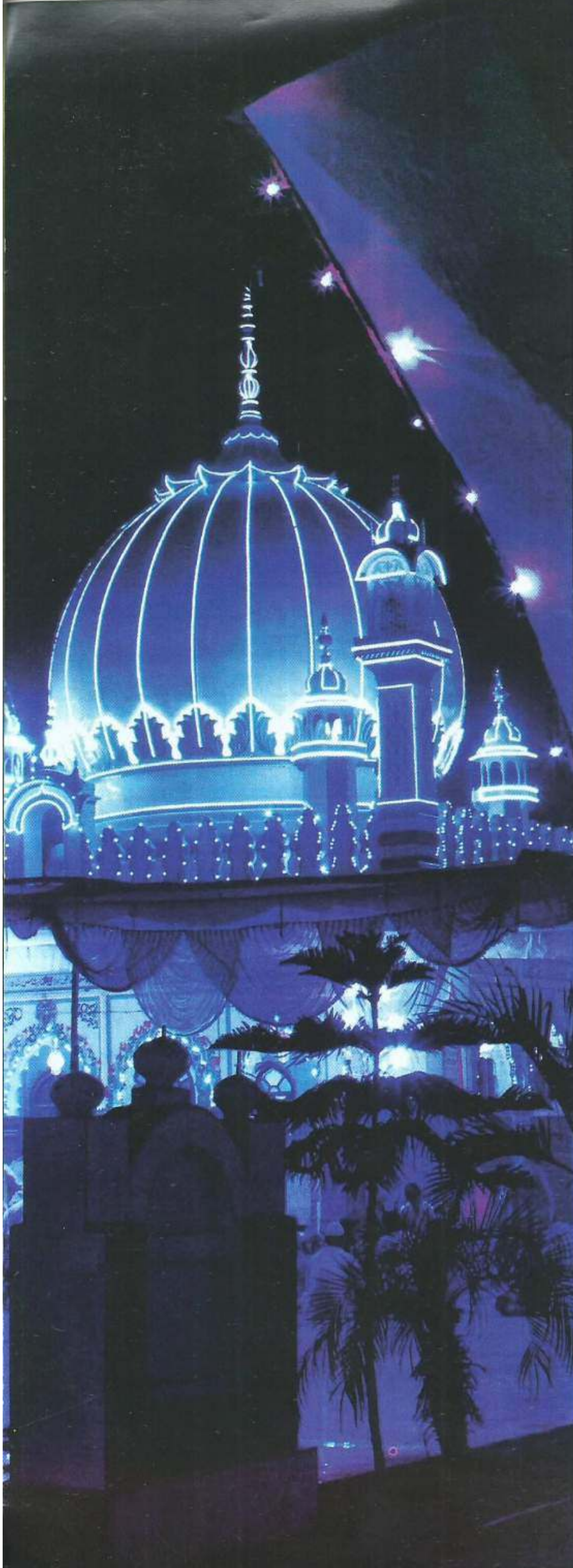
سلسلۂ چشتیہ، صابریہ، قدوسیہ

یہ سلسلہ سرکار دوعالم ﷺ سے درجہ بدرجہ حضور خواجہ غریب نواز، قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید، حضور صابر پاک درجہ بدرجہ شیخ العالم رودولوی شریف اور پھر درجہ بدرجہ شیخ عبد القدوس گنگوہی تا شاہ محبّ اللہ الہ آبادی، درجہ بدرجہ شاہ امداد اللہ مہاجر مکی پھر حضور فخر العارفین اور پھر دادا میاں تک پہنچتا ہے۔

سلسلۂ جہانگیریہ کا آغاز اور وجہ تسمیہ

حضرت شیخ العارفین مولانا مخلص الرحمٰن جہانگیری ھدیٰ علیہ الرحمہ تکمیل علم کے بعد حضور شاہ امداد علی بھاگلپوری علیہ الرحمہ کے خدمت اقدس میں پہنچے، تعلیم و تربیت روحانی کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز کیا اور شاید یہی جہانگیر شاہ کا باطنی لقب بھی عطا کیا۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا 'ہمارے پیر و مرشد نے ہمیں جہانگیر شاہ کا لقب عطا کیا ہے' جس کی تکمیل چھوٹے سرکار حضور فخر العارفین سے ہوگی۔ اور شیخ العارفین کا وصال ہوگیا اور حضور فخر العارفین مسند شیخ العارفین پر متمکن ہوئے۔ ایک عرصہ گزرا حضرت فخر العارفین مع دادا میاں شیخ العالم رودولوی کے عرس پاک کے موقع پر چاٹگام شریف میں جلوہ افروز تھے، دادا میاں کی شیر والی کرامت عام ہو چکی تھی، اس موقع سے حضور فخر العارفین نے اسد جہانگیری کا لقب عطا فرمایا اور سلسلہ جہانگیریہ کی اشاعت کا حکم فرمایا۔ اس طرح دادا میاں علیہ الرحمہ کی مناسبت سے پورا سلسلہ سلسلۂ جہانگیریہ اور ابوالعلائیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، فردوسیہ، قلندریہ سے موسوم ہوا اور خود تیرہویں صدی ہجری کا سب سے معروف سلسلہ کہلایا۔

از۔ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
شیخ الحدیث۔ جامعہ شمس العلوم، گھوسی، مئو



منقبت

درشان حضرت خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ

اے عنایت پاک مجھ پہ اک عنایت کیجئے
دشمنیٔ نفس سے میری حفاظت کیجئے

چھا گئی ہے دل پہ میرے نفسیاتی بدعتیں
ڈال کر نظر کرم میری طہارت کیجئے

قہر ظلمت میں کھڑا ہوں یہ مدد کی ہے گھڑی
آپ شمع نور ہیں میری حمایت کیجئے

نقش غیر حق سے کالا ہو گیا ہے دل مرا
نور حق سے دور میرے دل کی ظلمت کیجئے

پل رہی ہے دل میں حسرت مدتوں سے دید کی
بندہ پرور پوری میرے دل کی حسرت کیجئے

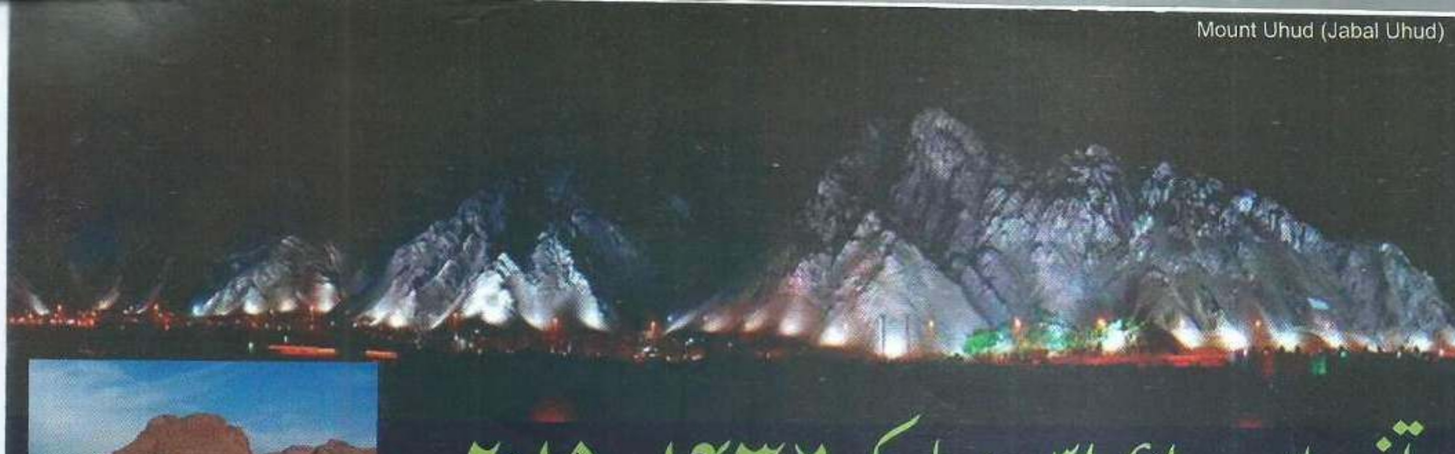
زندگی کی اس روش سے مضطرب ہوں اے شہا
اک نگاہ خاص سے اس کو ہدایت کیجئے

لڑکھڑاتی ہے زباں کہنے کو کچھ تیرے حضور
حال اشکوں کی زبانی ہی سماعت کیجئے

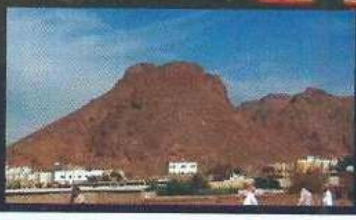
میرے مرشد کے وسیلے سے مدد فرمائیے
جلوۂ حق سے نگاہوں کی قرابت کیجئے

درد دل درد جگر سے نا تواں ہے یہ نوآز
دور اسکی زندگی سے ہر مصیبت کیجئے

از: نوآز احمد سعیدی نواز غازی پوری



Mount Uhud (Jabal Uhud)



تفصیلات اعراس مبارکہ ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء

قرآن مقدس میں پروردگار عالم ارشاد فرمارہا ہے کہ تم میری نشانیوں کی تعظیم کرو اس سے تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا ہوگا۔ اللہ جل شانہٗ کی نشانیاں وہ ساری برکت والی چیزیں ہیں جس سے اللہ والوں سے وابستگی ہوگئی ہو۔ جیسے صفا، مروہ، جس شئی کو اللہ والوں سے نسبت ہوجائے اسے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں قرار دے رہا ہے پھر جو اللہ والا ہوجائے وہ کیوں نہیں اللہ جل شانہٗ کی نشانی ہے۔ شعائر اللہ میں اللہ والے بھی شمار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعد وصال بھی لوگ مزارات اولیاء اللہ پہ حاضر آتے ہیں اور زیارات مزارات اولیاء اللہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔ لوگوں کا مزارات اولیاء اللہ پر حاضر آنا مقررہ وقتوں میں ہوتا ہے۔ وہ مقررہ وقت صاحب مزار کا یوم وصال ہوتا ہے۔ اور یہ مبارک کام سنت مصطفویﷺ کے عین مطابق ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ رسول گرامی وقار جناب محمد رسول اللہﷺ ہر سال شہدائے احد کے مزار پہ تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب احد کی گھاٹیاں سامنے آتی تو قبور شہدائے احد کو سلام کرتے اور فرماتے ''سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار''۔ یعنی سلامتی ہو تم پر اس کے بدلے کہ تم نے صبر کیا۔ پس کیا اچھا ہے عاقبت کا گھر۔ آپﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی طرز عمل رہا اور اس کے بعد، بعد والوں کا بھی۔ آپﷺ کا ہر سال شہدائے احد کے لئے اس طرح کا اہتمام کرنا ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ان جیسے شہدا و صالحین کا ہر سال یادگار منانا کہیں سے بھی مانع نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف کا بھی یہی طریقہ رہا ہے جو آج بھی جاری وساری ہے۔ سالانہ یادگار ہی کا دوسرا نام عرس ہے۔ عرس کے موقع پر صاحب عرس پر پروردگار عالم کا بے پناہ لطف و احسان ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس مبارک موقع پر حاضر رہنے والے زائرین کرام پر بھی وہ مبارک لطف و احسان کے چھینٹے پڑ جایا کرتے ہیں۔ جسکی وجہ سے انکی زندگیوں میں بہار ہی بہار آجاتی ہے اور انکے دامن میں شادابیت کے ثمرات بھر جایا کرتے ہیں جس سے انکی دنیوی و اخروی زندگیاں کامیاب و کامران ہوجاتی ہیں۔ وہ اپنی اپنی جسمانی و روحانی تشنگیوں کو بجھا کر آگے کی راہیں طے کر لیتے ہیں۔ بظاہر عرس کا اہتمام یادگار کے طور پہ ہوتا ہے مگر یہ صوفیائے کرام کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے ان اوقات کے نشیب و فراز پر نظر رکھا اور اس مبارک موقع پر مختلف تقریبات کا اہتمام کرتے چلے آئے۔ جسکی وجہ سے ہزارہا افراد نہ یہ کہ ''صاحب عرس کی برکت سے مستفیض ہوئے بلکہ تقریبات میں شمولیت کی بنا پر انکے نفوس کا تزکیہ اور انکے قلوب کا تصفیہ بھی ہوتا گیا۔ جسکی وجہ سے لوگوں کا دل صاف و شفاف ہوتا چلا گیا۔ یہی روایت آج بھی خانقاہوں میں جاری ہے اور اسی طرز پر آج بھی عمل ہو رہا ہے۔

موجودہ دور میں بندگان خدا غفلتوں کے شکار ہیں۔ انکی یہ غفلت انکے نفس سرکش کی وجہ سے ہے۔ جب تک انکے نفس سرکش کا علاج نہ ہوگا تب تک آگے کی راہیں انکے لئے مسدود رہینگی۔ آج بر سر اسٹیج جو تقریریں ہوا کرتی ہیں اس سے تو لوگوں کے اندر جذبہ بھرا جاسکتا ہے۔ مگر انکے دلوں میں آتش عشق کا شعلہ نہیں جلایا جاسکتا۔ جب تک لوگوں کے دلوں میں عشق نہیں پیدا ہوگا تب تک اطیعو اللہ واطیعو الرسول کے مصداق وہ نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ پس یہ کام صرف اور صرف صوفیائے کرام کا ہے جو بندگان خدا کو عشق کی بھٹی میں جلاتے ہیں۔ تب جاکر بندگان خدا کو، خدا کی بندگی کا شعور آتا ہے۔ اور انہیں حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔ پس یہ ساری چیزیں دوران عرس ہونے والی تقریبوں میں دیکھنے کو ملا کرتی ہیں۔ عرس صرف باہمی شراکت کا نام نہیں ہے بلکہ سراپا اصلاح گاہ ہے۔ جو وقت ہمیں عرس پاک میں میسر آئے ہم اسے غنیمت جانیں اور سارے امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تاکہ ہم فلاح پاسکیں۔

بلاشبہ خانقاہ شاہ رضا اسی کڑی کا ایک حصہ ہے۔ جہاں عرصۂ دراز سے وہی طریقے استعمال کئے جارہے ہیں جسکا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔ خانقاہ شاہ رضا کے ۱۱۳ سالہ زریں تاریخ میں ایک سے بڑھکر ایک قد آور شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں۔ جنہوں نے ایک جہاں کو اپنے خرمن کمال سے مالا مال کیا ہے۔ خانقاہ شاہ رضا سلسلۂ رضائیہ جہانگیریہ، ابوالعلائیہ کی بہت ہی مشہور و معروف خانقاہ ہے۔ جو آستانۂ شاہ رضا دادا میاں روڈ، مال ایوینو لکھنؤ میں واقع ہے۔ سلسلۂ رضائیہ جہانگیریہ، ابوالعلائیہ تیرہویں و چودہویں صدی ہجری کا بہت ہی مشہور سلسلہ ہے جو افق آسمان پر آج بھی درخشاں و تابندہ ہے۔ اس سلسلۂ پاک میں قادری، چشتی، سہروردی، فردوسی، نقشبندی، ابوالعلائی، قلندری، نظامی، صابری، رزاقی سلسلوں کی نسبتیں ضم ہیں۔ اس سلسلۂ پاک کو سب سے زیادہ شہرت و وسعت حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ کی ذات سے ہوئی۔ آپ کے علاوہ آپکے برادر صغیر مرید و خلیفہ و سجادہ نشین حضور شیخ الکاملین حضرت خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ و حضور سند السالکین حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ و حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ سے بھی سلسلۂ پاک کی خوب اشاعت ہوئی۔ ان مذکورہ حضرات کا سالانہ عرس پاک بہت ہی تزک و احتشام کے ساتھ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ کا عرس پاک مورخہ ۲۱ تا ۲۵ ربیع الاول شریف کو مال ایوینو لکھنؤ شریف میں ہوتا ہے۔ حضور شیخ الکاملین حضرت خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ و حضور سند السالکین حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ کا سالانہ عرس مورخہ ۲ تا ۵ شوال المکرم اور حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کا سالانہ عرس پاک مورخہ ۲۶ تا ۲۹ جمادالاخریٰ کو مدینۃ الاولیاء، بھینسوڑی شریف ملک، رامپور میں ہوتا ہے۔

۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء میں ہونے والے اعراس مبارکہ کی تفصیلات حسب ذیل ہے۔

Rahat Tour & Travels



Prop:
Mohammad Shoeb Khan
9927137891

Prop:
Mohammad Sohail Khan
9837424753, 9058910877

80, Transport Nagar/ Ramnagar, Nainital

SS Opticals



N P Inter College ke samne, Chaudhary Ranikhet Road,Ramnagar, Nainital.
Mobile: 9927521086, 9937482319

Bharat
Printing Press

Prop: Mohammad Aslam Qadri

Offset Printing, Screen Printing, Shadi Cards
Visiting Cards, Letter Heads, Bill Books
All types of Quality Printing



Kosi Road, Ramnagar
Nainital: 244715

+ 91 9837716767
+ 91 8927293700

Sangam
Chicken Shop

Prop: Mohammad Zulfiqar

Sarai Machhli Bazaar, Ramnagar, Nainital
Mobile: 9837064256, 9897520007



۱۰۷ واں عرس

حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ



حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ کی ذات ایک ہمہ جہت ذات تھی جو آج بھی بساط زمیں پر رہنے والے اقوام اشرف الخلق کو دعوت ایمانی، اعمال جسمانی دیتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ لاریب آپکی ذات آج بھی بندگان خدا کے لئے مینارۂ نور کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ دادا میاں قدس سرہٗ نے ایک ایسے بابرکت خانوادۂ پاک میں جلوہ گری فرمائی جو شرافت ونجابت میں یکتائے زمانہ تھا۔ آباواجداد میں ایک سے بڑھ کر ایک بلند و نامور روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں ہیں۔ جنکے اوصاف وکمالات زدعام وخاص ہیں۔ آپکی آمد شریف نے مزید اس میں چار چاند لگا دیا۔ آپ ۲۵/ ربیع الاوّل شریف ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۷/ جولائی ۱۸۶۷ء بروز پیر مدینۃ الاولیاء بھینسوڑی شریف، ملک، ضلع رامپور یوپی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مخدوم کا نام عارف باﷲ حضرت علامہ حسن رضا خاں (م ۱۳۰۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جبکہ والدہ مخدومہ کا نام حضرت عبادی بی بی (م ۱۳۴۵ھ) رحمۃ اللہ علیہا تھا۔

جب آپ نے تمام مروجہ علوم سے فراغت حاصل کرلی تو والدین نے آپ کا عقد فرما دیا۔ پھر آپ نے ملازمت اختیار کرلی۔ دوران ملازمت آپ حضور فخر العارفین سیدنا مولانا عبدالحیٔ چاٹگامی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پہ بیعت ہوگئے۔ پیرومرشد کے نظر کیمائی کے اثر سے آپ کا قلب ایمان وایقان کا بحر بیکراں بن گیا۔ اور آپ بحر معرفت کے غواص بن گئے۔ اور درورج فنا کے منصب پر فائز ہوگئے۔ چند سال کی ریاضت شاقہ کی وجہ سے آپکی ذات مظہر الٰہیہ کی پرتو بن گئی۔ اور آپ کی صفت گفتۂ او گفتہٗ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود کی ہوگئی۔ با اشارۂ باطنی آپکے پیرومرشد نے اسد جہانگیری کا غیبی خطاب عطا فرما کر خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اور لکھنؤ شریف کی ولایت سونپکر وہاں کی ولایت کا تاجدار بنادیا۔ آپ شہر لکھنؤ پہنچکر پیرومرشد کے حکم کو بجالائے اور بے شمار بندگان خدا کو، جنکا رخ خالق کائنات کی بارگاہ کی طرف سے ہٹا ہوا تھا آپ نے نہ صرف انکا رخ اس جانب مبذول کرایا بلکہ اینما تولوفثم وجہ اللہ کا مصداق بنادیا۔

آپ کی زندگی کا یہ مبارک سفر ۲۴/ ربیع الاوّل شریف ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۱/ فروری ۱۹۱۱ء کو زیور اتمام ہوا۔ اور آپ اسی پسند کی ہوئی جگہ پر آرام فرما ہوئے جہاں آج آپ کا آستانہ ہے۔ یعنی اسلامیہ قبرستان مال ایوینو، دادامیاں روڈ، لکھنؤ شریف۔ ہر سال آپ کا سالانہ عرس پاک ۲۱ تا ۲۵ ربیع الاوّل شریف کو ہوا کرتا ہے۔ امسال آپکا ۱۰۷ رواں عرس پاک تھا جو ۱۴ تا ۱۸/ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ تا اتوار نہایت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔

ربیع الاوّل کا چاند جیسے ہی نظر آیا پرچم کشائی کا نورانی نظارا سامنے آیا۔ یہ پرچم کشائی خانقاہی تواریخ کا ایک قدیم عندیہ ہے ''جو اذن عام کی شکل میں سامنے آتا ہے''۔ جس کا ظاہری پہلو یہ پیغام دیتا ہے کہ عرس شریف کے ایام آنے ہی والے ہیں۔ عرس کی تاریخ جیسے جیسے قریب آتی گئی وابستگان عالیہ کی موجودگی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مبارک تاریخ بھی آگئی جس کا ہر کسی کو بے صبری سے انتظار تھا۔



لکھنؤ کی تاریخ کا سب سے طویل اور بڑے عرس کے طور پہ مشہور یہ عرس شاہ رضا اب آچکا ہے۔ ۲۱؍ربیع الاوّل شریف ۱۴؍جنوری بروز بدھ بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی، صلاۃ و سلام کا نذرانہ پیش ہوا پھر رات ۸:۳۰ بجے جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام ہوا۔ جس میں ملک کے مشہور ومعروف علمائے کرام نے شرکت کی۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز مسجد شاہ رضا کے پیش امام حافظ وقاری عبدالحنان صاحب فصاحتی نے قرآن مقدس کی تلاوت سے کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم شاہ رضا کے طلباء کرام نے حمد ونعت ومنقبت کا گلدستہ پیش کیا۔ اسکے بعد خطابات کا دور شروع ہوا۔ مشہور خطیب حضرت مولانا اقبال احمد صاحب نے اپنے خطاب میں کہا "یہ اولیاء کرام کا صدقہ ہے جو آج انسانیت تار تار ہونے سے بچی ہے اور ملک میں قومی یکجہتی کا پرچم لہرتا ہوا نظر آرہا ہے"۔ دادا میاں صرف لکھنؤ کے ہی نہیں بلکہ دنیائے انسانیت میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ مولانا محبّ الحق صاحب آسوی نے حضور دادا میاں کی سوانح مقدسہ پہ روشنی ڈالی اور دادا میاں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرائی۔ آخر میں قاضی شہر لکھنؤ حضرت مولانا الحاج ابوالعرفان صاحب نعیم الحلیم فرنگی محلی نے خطاب فرمایا اور تصوف کی تاریخ پر روشنی ڈالی اور تصوف کو موجودہ زمانے کی ضرورت بتایا اور ساتھ ہی حیات شاہ رضا کا عملی نمونہ بھی لوگوں کے سامنے رکھا۔ صلاۃ و سلام کے بعد انہیں کی دعا پہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد طرحی مشاعرہ کا آغاز حضور صاحب سجادہ قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی کی صدارت میں ہوا۔ مشاعرے میں ملک گیر شہرت رکھنے والے مقامی وغیر مقامی شعرائے کرام نے شرکت فرمایا۔ ہر سال کی طرح امسال بھی دو مصرعوں پر طبع آزمائی ہوئی

۱۔ دل کو شاہ رضا پر لٹا دیجئے

۲۔ زندگی ہی زندگی ہے الفت شاہ رضا۔

سب سے پہلے عقیل غازی پوری نے طرحی مشاعرے کا آغاز اس شعر کے ساتھ کیا۔

عشق کا یہ تقاضہ ہے اے دوستو۔ دل کو شاہ رضا پر لٹا دیجئے۔

کان پور سے آئے ہوئے اعجاز صدیقی نے جب یہ شعر پڑھا تو سامعین اپنے کو روک نہ سکے

عرس کی تقریب ہے عشاق آئے ہیں یہاں

دور تک پھیلی ہوئی ہے شہرت شاہ رضا۔

شہر لکھنؤ کے معتمد ندوی عالم دین اعجاز ندوی کا یہ شعر خوب موضوع سخن رہا۔

مجھکو توفیق دی ہے اگر نعت کی۔ روضۂ مصطفےٰ بھی دیکھا دیجئے۔

رحمت لکھنوی صاحب کا یہ شعر بھی قابل قدر رہا۔

قدسیان عرش کہتے ہیں بفیض مصطفےٰ۔ فرش سے تا بہ فلک ہے رفعت شاہ رضا

رضوان فاروقی کا عقیدت سے لبریز یہ شعر لوگوں کو آمین کہنے پر مجبور کر دیا۔

قبر میں جب نکیرین پرسش کریں۔ چہرۂ مصطفےٰ تب دکھا دیجئے۔

سہیل کاکوروی صاحب جو دادا میاں کے بڑے شیدائی ہیں انکا یہ شعر انکی عقیدت کا ثبوت دے رہا تھا۔

اس طرح سے ثبوت وفا دیجئے۔ دل کو شاہ رضا پر لٹا دیجئے۔

نواز سعیدی غازی پوری کا یہ شعر اہل علم کی توجہ کا مرکز رہا۔

کیوں تجسس میں پڑے ہیں صاحبان علم وفن

فہم سے بھی ماورٰی ہے شوکت شاہ رضا۔

مشاعرے میں جن دیگر شعرائے کرام نے شرکت کی انکے اسمائے گرام مرقوم ہیں۔ بشیر فاروقی، حیدر مسولوی، احسن اعظمی، قدیر سلونوی، ظہیر کانپوری، درد ذکریائی، رئیس بہرائچی، فاروق عادل، رفعت شیدا صدیقی، ڈاکٹر عامل اشرفی، ساحل عارفی، تابش سلیم، خالد قیصر، مرزا شارق، راجیو رام پرکاش ساحر، سنجے مشرا شوق، شمشیر عالم صاحب پوری وغیرہم۔ حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی دعا پر مشاعرے کا اختتام قبل نماز فجر ہوا۔

دوسرے روز ۲۲؍ربیع الاوّل ۱۵؍جنوری بروز جمعرات بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ بعد نماز عصر حسب سابق سرکاری چادر شریف ضلع مجسٹریٹ جناب راج شیکھر ودیگر افسران شہر کی جانب سے بارگاہ شاہ رضا میں پیش ہوئی۔ اس موقع پر حضور صاحب سجادہ مدظلہ کی طرف سے مخصوص دعا کی گئی۔ بعد نماز عشاء حلقۂ ذکر کی محفل سجی، ذاکرین کے ذکر اللہ سے پورا محفل سماع نور آور ہوگیا۔ اور ہر کسی پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل میں گھر بنا چکے معبودان باطل سے بیزاری پیدا ہوگئی دنیا ومافیہا سے بے رغبتی کا احساس بے دار ہوا، قلب میں نورانی شعاؤں کا ادراک ہوا، گویا ہر طرف نورانیت کی شمع جل اٹھی۔ اس کے بعد فاتحہ خوانی ودعا خوانی ہوئی پھر پوری شب محفل سماع کا دور دورہ رہا۔ اہل دل پر ایک خاص کیفیت کا نزول رہا جیسے وجد تو اجد کہا جاتا ہے یعنی انکے اجسام وابدان متحرک ومضطرب ہوگئے اور ان پر انوار تجلیات کا ورود ہونے لگا ایسی ہی چیزوں





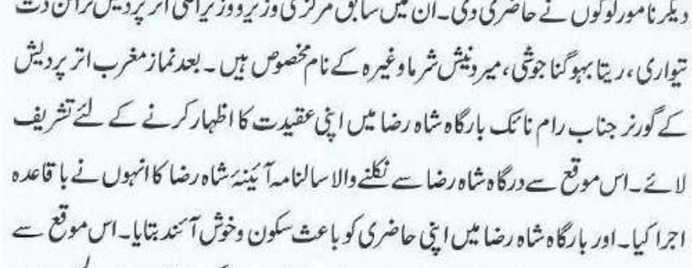
کو حقیقی وجد کہتے ہیں جو قرآن وحدیث کی روشنی کے مطابق ہے۔ محفل سماع کا یہ سلسلہ فجر کی اذان پر اختتام پذیر ہوا۔

تیسرے روز ۲۳ ربیع الاوّل ۱۶ جنوری بروز جمعہ بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ ۱۲:۴۵ بجے جمعہ کی اذان ہوئی نماز جمعہ میں ایک اژدہام ہجوم کر رہا تھا۔ نماز جمعہ سے پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت علامہ مفتی ابوالمحمود محمد مظہری فصاحتی علیہ الرحمہ ہی کی طرح مولانا صفات الرحمٰن مظہروی نے زائرین کرام کو خطاب فرمایا۔ نماز جمعہ کی امامت حضرت حافظ وقاری عبد الحنان صاحب فصاحتی نے فرمائی۔ اس کے بعد عام لوگوں نے بارگاہ شاہ رضا میں چادر شریف کا نذرانہ پیش کیا۔ بعد نماز عشاء حلقۂ ذکر کا اہتمام ہوا۔ پھر شجرہ خوانی، فاتحہ خوانی، دعا خوانی ہوئی۔ پھر اسکے بعد محفل سماع جسے اہل اللہ یعنی صوفیائے کرام کی روحانی غذا کہا جاتا ہے۔ سماع شعلۂ عشق کی ایک ایسی چنگاری ہے جو جلتے ہی صاحب اہل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جس دل میں آتش عشق نہ جلتی ہو اسے سماع کے ذریعے مشائخ کرام آسانی سے جلا دیتے ہیں اور جو اوراق زندگی کے سیاہ ہو چکے ہوتے ہیں وہ اسکے ذریعے سفید کرا دیتے ہیں۔ جسکی وجہ سے آتش باطنی غلبہ کرنے لگتی ہے اور سوز دل کی وجہ سے انکی اپنی حالت کباب کی سی ہو جاتی ہے اور یہ ساری چیزیں سماع کی وجہ سے ہوا کرتی ہیں۔ محفل سماع کا یہ دراز سلسلہ اذان سے قبل اتمام ہوا۔

چوتھے روز ۲۴ ربیع الاوّل ۱۷ جنوری بروز سنیچر بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی اور ۱۰:۳۰ بجے قل شریف کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے نعت ومنقبت کا دور چلا جس میں دارالعلوم شاہ رضا کے متعلمین اپنے اساتذہ حافظ وقاری ظریف احمد جہانگیری وحافظ وقاری نوشاد احمد صباحتی کے زیر نگرانی گلدستۂ حمد ونعت ومنقبت پیش کیا۔ دوران قل شریف دارالعلوم شاہ رضا کے سالانہ فارغین کے سروں پر دستار حفظ القرآن کا تاج زریں حضور مخدوم قبلہ محمد صباحت حسن شاہ صاحب (سجادہ نشین) وحضور قبلہ مصباح الحسن شاہ وحضور قبلہ فرحت حسن شاہ دامت برکاتہم العالیہ کے دست مبارکہ سے رکھا گیا۔ اس نورانی منظر کو ملاحظہ کر رہے لوگوں کی آنکھوں سے آنسوں کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جن خوش نصیبوں کے سروں پہ دستار کا تاج زریں رکھا گیا انکے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔

۱۔ حافظ فیض الحسن، بھینسوڑی شریف، ملک، ضلع رامپور
۲۔ حافظ نوشاد عالم پرتاپ گڑھ
۳۔ حافظ محمد راشد علی نیو حیدر گنج لکھنؤ
۴۔ حافظ محمد عبدالقدیر شہزادنگر، رامپور
۵۔ حافظ محمد غلام صابر بالا گنج لکھنؤ
۶۔ حافظ محمد عارف انصاری کیمپل روڈ، لکھنؤ
۷۔ حافظ محمد سرفراز عالم گڑھوا، جھارکھنڈ
۸۔ حافظ محمد صاحب عالم نہال گڑھ امیٹھی

اس نورانی منظر کی ادائیگی کے بعد قل شریف کا پروگرام مکمل ہوا اس موقع سے حضور صاحب سجادہ کی جانب سے ملک اور صوبے کی خوش حالی کے لئے مخصوص دعا کی گئی۔ قل شریف کے بعد رنگ محفل ہوئی پھر تقسیم لنگر ہوا۔ قل شریف میں کثیر تعداد میں علمائے کرام و مشائخ عظام کے ساتھ ساتھ وزرائے مملکت وافسران مملکت شریک تھے۔ ان میں وزیر عامہ ل جناب شیو پال سنگھ یادو، وزیر صحت جناب احمد حسن، وزیر خاص جناب حاجی ریاض احمد، وزیر جناب محبوب علی، وزیر جناب شاکر علی، ودیگر ممبران اسمبلی قابل مذکور ہیں۔ اسکے علاوہ جن دیگر نامور لوگوں نے حاضری دی۔ ان میں سابق مرکزی وزیر و وزیر اعلیٰ اتر پردیش نرائن دت تیواری، ریتا بہوگنا جوشی، میر ونیش شرما وغیرہ کے نام مخصوص ہیں۔ بعد نماز مغرب اتر پردیش کے گورنر جناب رام نائک بارگاہ شاہ رضا میں اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس موقع سے درگاہ شاہ رضا سے نکلنے والا سالنامہ آئینۂ شاہ رضا کا انہوں نے باقاعدہ اجرا کیا۔ اور بارگاہ شاہ رضا میں اپنی حاضری کو باعث سکون وخوش آئند بتایا۔ اس موقع سے حضور صاحب سجادہ قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی، مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ و مخدوم گرامی فرحت حسن شاہ دامت فیوضہم بھی موجود تھے۔ ان بزرگوار نے گورنر اتر پردیش کا درگاہ شاہ رضا میں خیر مقدم کیا اور مدتوں سے چلی آ رہی روایت کو نبھانے کے لئے انکا شکریہ ادا کیا۔ بعد نماز عشاء حلقۂ ذکر ہوا اسکے بعد فاتحہ خوانی پھر پوری شب محفل سماع۔





پانچویں روز ۲۵؍ربیع الاوّل شریف ۱۸؍جنوری بروز اتوار بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی ۱۰:۳۰؍بجے امسال کا دوسرا قل شریف ہوا رنگ محفل ہوئی اسکے بعد تقسیم لنگر۔ بعد نماز عصر غسل شریف وصندل شریف کا پروگرام ہوا پھر بعد نماز عشاء قومی یکجہتی کے عنوان پر آل انڈیا مشاعرہ وکوی سمیلن کا انعقاد ہوا۔ جس میں ملک کے نامور شعرا وکویوں نے حصہ لیا۔ اور ملک وبیرون ملک میں ہونے والے واقعات اور گرتے ہوئے انسانی احساسات کی طرف سامعین کرام کی توجہ مبذول کرائی۔ مشاعرہ وکوی سمیلن کا یہ سلسلہ صبح تک چلتا رہا۔

آخر میں ان مہمان حضرات کی حضور صاحب سجادہ کی جانب سے پذیرائی کی گئی اور انہیں تحائف وتبرکات دئے گئے۔ اسکے علاوہ عام زائرین کرام کی بھی حضور صاحب سجادہ کی جانب سے وداعی کی گئی انہیں تبرکات عطا کئے گئے اور انکی صحیح وسلامتی کے ساتھ گھر واپسی کے لئے دعائے خیر کی گئی۔ عرس پاک کے تمام امور حضور اسدالاولیاء قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی کی سجادگی اور حضور مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ دامت فیوضہم ومخدوم گرامی قبلہ فرحت حسن شاہ دامت فیوضہم کی سرپرستی میں ادا کئے گئے۔





٧٦ / واں عرس عنایتی
و
۴۱ / واں عرس راحتی قدس سرہما



بزرگوں کا ہر کام حکمت و مصلحت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس سے عوام و خواص سب کو فائدہ پہونچتا ہے۔ خاص طور سے ایام اعراس جو کہ نہایت ہی فیوض و برکات سے بھرا ہوتا ہے۔ ان ایام کا استعمال پیران عظام نے لوگوں کی دنیوی و اخروی بھلائی کے لئے کیا۔ تا کہ انکی روحانی و جسمانی اصلاح ہو سکے۔ اسی غرض سے بموقع عرس پاک وعظ و نصیحت، ذکر و اذکار، شغل و اشغال، وجد و سماع کا اہتمام کیا۔ تا کہ دلوں سے اندھیرا دور ہو جائے اور اجالے کی کرن دلوں میں جاں گزیں ہو جائے۔ وہ نورانی عکس جو اولیاء اللہ کے وسیلے سے لوگوں پہ پڑتے ہیں، اس سے انہیں باریابی کا شرف حاصل ہو جائے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جیسے العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علماء یعنی اولیاء وارث ہیں انبیاء کے یعنی جو کام انبیائے کرام کا تھا وہ اولیاء کرام کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ یعنی ولایت میراث ہے نبوت کا۔ احادیث پاک میں بھی اولیاء کرام کے بڑے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''اولیاء تحت قبائی لا یعرفہم غیری''۔ میرے اولیاء میرے قباء کے نیچے ہیں۔ جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اولیاء کرام کی بڑی شان ہے۔

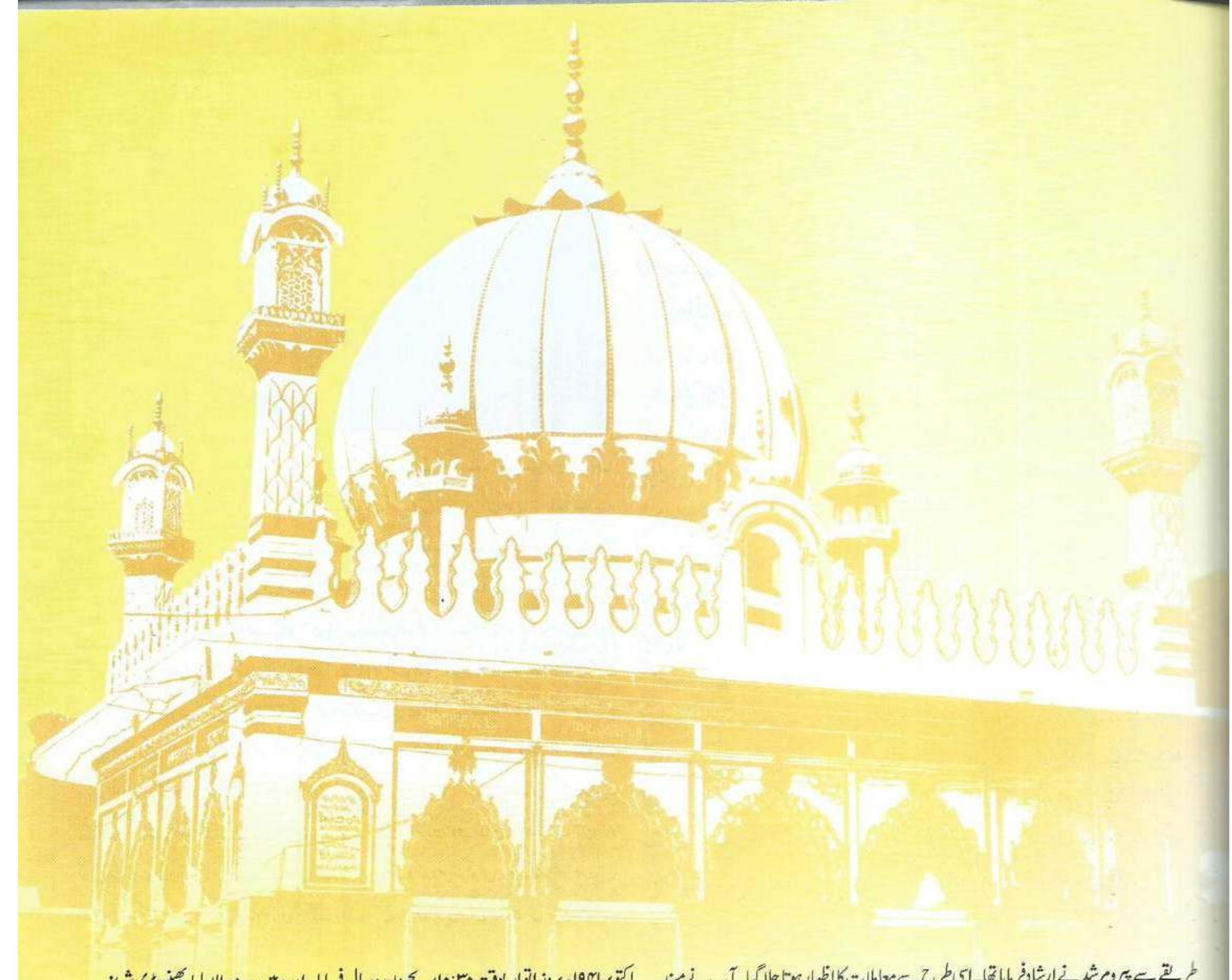
اسی شان صفت کے حامل حضور شیخ الکاملین قطب الواصلین شیخ الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ کی ذات گرامی وقار ہے۔ آپ حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ کے برادر صغیر مرید و خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ آپ کی بھی ولادت وہیں ہوئی جہاں مرشد و مربی کی ولادت ہوئی تھی یعنی مدینۃ الاولیاء، بھینسوڑی شریف، ملک، رامپور یو پی۔ یعنی ۲۲ / محرم الحرام ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء بروز اتوار۔ ابھی آپ عالم شیر خوارگی ہی میں تھے کہ والد مخدوم عارف باللہ حضرت علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۳۰۴ھ میں وصال ہو گیا۔ برادر اکبر مرشد و مربی نے اپنی آغوش رحمت میں لیکر نہ صرف آپ کی تربیت فرمائی بلکہ کمال و جمال کا مظہر بنا دیا۔ جسکی وجہ سے آپ کی ذات عصمت کی ایک نورانی تصویر بن گئی۔ جو آپ کے نام کے تصور کے ساتھ ہی آنکھوں میں سما جاتی تھی۔

آپ نے سولہ سال کی عمر شریف میں تمام مروجہ علوم سے فراغت حاصل کر لی۔ پھر اسی عمر شریف میں برادر اکبر قدس سرہٗ کے دست مبارک پر داخل سلسلۂ عالیہ ہو گئے۔ پیر و مرشد نے تھوڑے دن اپنی صحبت پاک میں رکھا۔ پھر کسب معاش کے لئے ملازمت کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے حکم کے آگے سر خم کر دیا۔ مگر جو دل میں آتش عشق کا شعلہ بھڑک رہا تھا۔ اس وجہ سے آپ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے کعبۂ مقصود سے جدا ہونا گنوارا نہیں کر رہے تھے۔ بڑی تشفی فرمائی گئی اس کے بعد راضی برضا ہوئے۔ کچھ عرصے بعد مخدومہ یاقوتی بی بی رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ آپ کا عقد فرما دیا گیا۔ جنکے بطن پاک سے دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے حضور سند السالکین حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ پیدا ہوئے۔

دوران ملازمت ملک کے مختلف شہروں میں آپکی رہائش رہی ہے۔ آپ مکتوب کے ذریعے پیر و مرشد کی بارگاہ سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ آپ مکتوب میں یہی عرض گزار رہا کرتے تھے، کہ حضور ہمیں اپنی صحبت پاک سے دور نہ فرمائیں۔ پیر و مرشد بھی اپنے زبان فیض ترجمان سے یہی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ گھبرائیے نہیں آپکا سارا باطنی معاملہ پائے تکمیل کو پہونچ چکا ہے۔ جب وقت آئیگا۔ اس کا اظہار از خود ہو جائیگا۔

بالآخر ۱۳۲۹ھ میں آپکے برادر اکبر مرشد و مربی قدس سرہٗ کا وصال شریف ہو گیا۔ پھر جس





طریقے سے پیرومرشد نے ارشاد فرمایا تھا۔ اسی طرح سے معاملات کا اظہار ہوتا چلا گیا۔ آپ نے مسند سجادگی کو رونق بخشنے کے ساتھ ساتھ سلسلۂ عالیہ کی بھی خوب اشاعت فرمائی، اور اپنے فیضان کرم سے لاتعداد لوگوں کو مالا مال فرمایا۔ آپ نے مریدوں کی تربیت میں کبھی کوئی کمی باقی نہیں رکھی۔ انکے صحیفۂ دل کو نقش غیر حق سے دھو دیا۔ آپ کے آتش کدۂ قلب سے نکلنے والے انگارے نے اپنا کام کر دیا، اور مریدوں کے دلوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر حق کو نکال پھینکا۔ اور انکے دلوں کو متلاشیان حق کا دل دادہ بنا دیا۔ آپ کا شمار اپنے وقت کے علمائے ربانین میں ہوتا تھا۔ آپ کی ذات شریعت وطریقت کی جامع تھی۔

آپ ہم عصر علماء ومشائخ میں ممتاز تھے۔ آپکے رازداروں میں حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ جنھوں نے آپکے جنازے کی نماز کی امامت فرمائی۔ آپ حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوئے۔ دوران حج آپ نے اس سلسلے میں ایک تصنیف بھی تحریر فرمائی جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔ آپ کو تصنیف وتالیف پر خاصہ دسترس حاصل تھا۔ آپکی شہرۂ آفاق تصنیف اعجاز جہانگیری ہے جو طبع دوم کی منزل سے گزر چکی ہے۔ الغرض آپکی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت تھی۔ وصال سے تقریباً بارہ سال قبل سے ہی آپ چار شوال المکرّم کی تاریخ کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ بالآخر وصال کی تاریخ بھی یہی چار شوال ٹھہری آپ اسی تاریخ میں ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۱ء بروز اتوار بوقت ۱۰:۳۰ر بجے دن وصال فرمایا۔ اور وہیں مدینۃ الاولیاء بھینسوڑی شریف میں آسودۂ خاک ہوئے۔ ہر سال انہیں تاریخوں میں آپکے عرس پاک کا اہتمام ہوتا ہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے لخت جگر مرید وخلیفہ حضور سند السالکین امام الصوفیہ حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ مسند سجادگی پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ ۲۶ر محرم الحرام ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۸ر اگست ۱۹۲۴ء بروز اتوار بوقت صبح صادق حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان دنوں والد ومرشد بسلسلۂ ملازمت سکونت پذیر تھے۔ آپکے تعلیمی سفر کا آغاز چار سال چار ماہ چار دن کی عمر شریف میں ہوا۔ جو سولہ سال کی عمر شریف میں پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ پھر اسی عمر شریف میں والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کی تکمیل کی۔ پھر جب تک والد ومرشد حیات میں رہے آپ لمحہ بھر کے لئے بھی انکی صحبت سے دور نہ ہوئے وصال کے بعد ہی آپ نے رخت سفر باندھا۔ اور ان لوگوں کے درمیان پہونچے جنکا دل ظلمت کدہ بن چکا تھا۔ آپ نے ان دلوں میں پھر سے روشنی کی دیا جلائی۔ اور انکے دلوں کو متلاشیٔ حق کا گہوارا بنا دیا۔ جس کی وجہ سے انکا دل روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا۔ آپ نے جس پر بھی نظر کرم فرمایا اسے ایک آن میں تصوف کی راہ کا سکندر اور حقیقت کی راہ کا قلندر بنا دیا۔ آپ سے جس نے بھی رشتہ جوڑا۔ اسکا دل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر حق سے پاک وصاف ہوگیا۔

آپکے در کی گدائی کرنے والا نہ صرف آسمان ولایت کا چمکتا ہوا ستارہ بن گیا۔ بلکہ بحر



معرفت کا نایاب موتی بھی بن گیا۔ جسکی چمک سے ایک جہاں چمکتے نظر آئے۔ آپ کے مریدوں میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ اجنہ بھی شامل تھے۔ جسکی وجہ سے آپ کو شیخ الانس والجن کہا جاتا تھا۔ آپ نے چند خوش نصیب حضرات کو ہی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور جسے سرفراز فرمایا تھا اسے بام عروج تک بھی پہونچایا۔ آپکی اہلیہ مخدومہ کا نام شاہ جہاں بی بی رحمتہ اللہ علیہا تھا۔ جن سے آپ کا عقد ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں ہوا تھا۔ جنکے بطن پاک سے تین صاحبزادے حضور سند الاولیاء قدس سرہٗ و مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ وقبلہ فرحت حسن شاہ دامت برکاتہم پیدا ہوئے۔ اور دو صاحبزادی مخدومہ نعیمہ بی بی (پ ۱۳۶۴ھ م ۱۴۳۶ھ) مخدومہ فہیمہ بی بی پیدا ہوئیں آپ ۳۵/سال مسند سجادگی پر رونق افروز رہکر مورخہ چار ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۹/نومبر ۱۹۷۵ء بروز اتوار بوقت ۱۱/بجے دن مدینتہ الاولیاء، بھینسوڑی شریف، ملک، ضلع رامپور یوپی میں پردہ فرمایا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندار جمند حضور سند الاولیاء مخدوم المشائخ محبوب مصطفےٰ حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ مسند سجادگی پر فائز ہوئے۔ ہر سال آپ کا عرس پاک والد و مرشد قدس سرہٗ کے ساتھ مورخہ ۲ تا ۵/شوال المکرّم کو مدینتہ الاولیاء بھینسوڑی شریف، ملک، ضلع رامپور یوپی، میں نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

امسال ۷۶/واں عرس عنایتی و ۴۱/واں عرس راحتی قدس سرہما مورخہ ۲۰ تا ۲۳/جولائی ۲۰۱۵ء بروز پیر تا جمعرات دیرینہ روایت کے مطابق نہایت ہی آب وتاب کے ساتھ منایا گیا۔ ۲/شوال ۲۰/جولائی بروز پیر بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ بعد نماز عصر سرکاری چادر شریف کی روح پرور ایمانی و ایقانی محفل ہوئی۔ پھر نہایت ہی وجد آفریں ماحول میں سرکاری چادر شریف بارگاہ راحتی قدس سرہٗ میں پیش ہوئی۔ صلاۃ وسلام وفاتحہ ودعا کے ساتھ سرکاری چادر شریف کی پر کیف محفل انجام پزیر ہوئی۔ بعد نماز عشاء جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نورانی بزم کا اہتمام ہوا۔ قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد حمد ونعت و منقبت کے اشعار پیش کئے گئے۔ بعدہٗ علمائے کرام کے مواعظ حسنہ ہوئے۔ صلاۃ وسلام، فاتحہ ودعا خوانی کے ساتھ ختم جشن عید میلاد النبی ﷺ ہوا۔ اسکے بعد طرحی مشاعرہ کا آغاز حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی صدارت میں ہوا۔ ہر سال کی طرح امسال بھی شرکاء مشاعرہ کو طبع آزمائی کے لئے دو مصرعے دیے گئے۔ جن پر شرکائے مشاعرہ نے طبع آزمائی کی

۱۔ شہ عنایت وراحت سے جسکو نسبت ہے۔

۲۔ درعنایت وراحت پہ جو قرار ملا۔

مشاعرے میں پڑھے گئے اشعار خاصے پسند کئے گئے۔ جس میں یہ شعر بہت پسند آیا

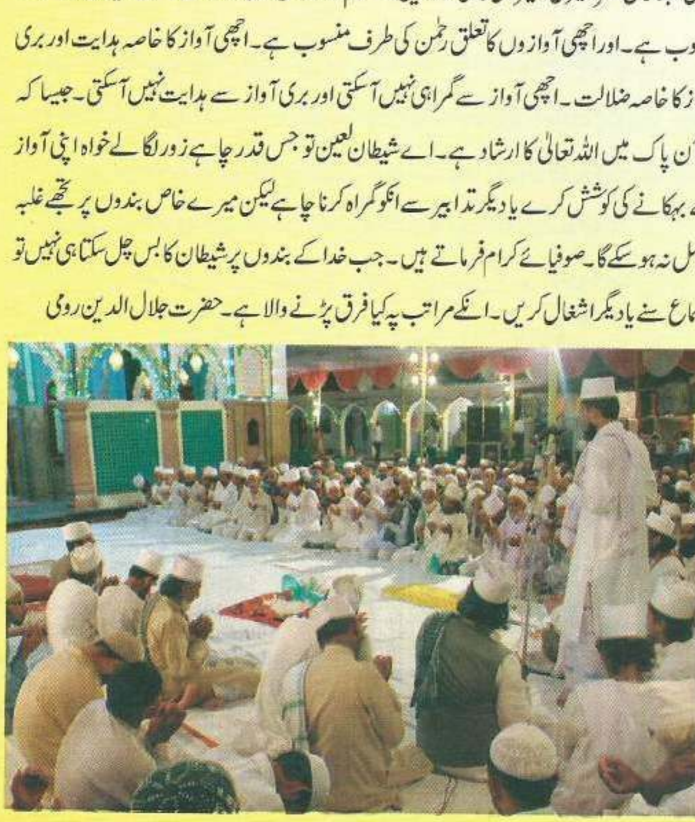
گدا کو شاہ کی چوکھٹ سے انتظار ملا۔ مگر فقیروں سے شاہوں کو بار بار ملا۔

۲/بجے شب میں حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی دعا پہ مشاعرہ انجام پذیر ہوا۔

۳/شوال المکرّم ۲۱/جولائی بروز منگل بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ بعد نماز عصر سرکاری چادر شریف کی مقدس محفل آراستہ ہوئی۔ جو نہایت ہی آب وتاب ومجمع کثیر کے درمیان بارگاہ شاہ عنایتی قدس سرہٗ میں پیش ہوئی۔ صلاۃ وسلام، فاتحہ خوانی ودعا خوانی کے ساتھ یہ مقدس محفل اختتام کو پہونچی بعد نماز عشاء حلقۂ ذکر کی عرفانی مجلس ہوئی۔ جو صدائے لا الہ الا اللہ سے گونج اٹھی۔ ذاکرین کے جوش و خروش اور انکی وجدانی کیفیت سے دیگر سامعین کو بھی اثر انداز ہوتے ہوئے دیکھا گیا۔

بوقت ذکر ذاکرین پر جس کیفیت کا ورود ہوتا ہے اس کا ذکر پروردگار عالم نے اس طرح سے کیا ہے "جو لوگ پروردگار عالم سے ڈرتے ہیں انکے بدن کانپ جاتے ہیں"۔ اور اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں یعنی اللہ کی یاد کی طرف راغب ہوتے ہیں (القرآن پ ۲۳)۔ حلقۂ ذکر کے بعد فاتحہ خوانی ودعا خوانی ہوئی۔ پھر پوری شب محفل سماع، بوقت سماع قوالوں نے صوفیائے کرام کے عارفانہ فارسی واردو کلام پیش کیا۔ جس سے سامعین اصفیاء کرام پہ رقت طاری ہوگئی۔

جن خاص چیزوں کی وجہ سے صوفیائے کرام پہ یہ وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے اس میں چند چیزیں قابل غور ہیں۔ حسن صوت (اچھی آواز) اگر کسی بھی چیز کو اچھی آواز میں پیش کیا جائے تو وہ لوگوں پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے بہ نسبت خراب آواز کے۔ جیسا کہ قرآن پاک کو اچھی آواز میں پڑھنے کا حکم ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے قرآن کے ساتھ غنانہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ داؤد علیہ السلام کا لحن کس قدر مشہور ہے۔ جب آپ زبور شریف کی تلاوت کرتے تو سننے کی صلاحیت رکھنے والی ہر شئی آپ کے لحن سے مسحور ہو جاتی۔ اس کے علاوہ پرندوں کی خوش الحانی کس قدر لوگوں میں کیفیت کا ادراک کراتی ہے۔ بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کوئی خوش الحان فحش گوئی کرے تو کیا۔ اس سے بھی وہی کیفیت کا ورود ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے منہ سے اچھی و بری دونوں طرح کی آواز نکلتی ہے۔ جیسے قرآن مقدس کی تلاوت، ذکر واذکار، حمد ونعت ومنقبت وغیرہ۔ اچھی آوازیں، فحش گوئی، بدکلامی، شرانگیزی وغیرہ کی بری آوازیں۔ معلوم ہوا کہ ان بری آوازوں کا تعلق شیطان کی طرف منسوب ہے۔ اور اچھی آوازوں کا تعلق رحمٰن کی طرف منسوب ہے۔ اچھی آواز کا خاصہ ہدایت اور بری آواز کا خاصہ ضلالت۔ اچھی آواز سے گمراہی نہیں آسکتی اور بری آواز سے ہدایت نہیں آسکتی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے شیطان لعین تو جس قدر چاہے زور لگالے خواہ اپنی آواز سے بہکانے کی کوشش کرے یا دیگر تدابیر سے انکو گمراہ کرنا چاہے لیکن میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ جب خدا کے بندوں پر شیطان کا بس چل سکتا ہی نہیں تو وہ سماع سنے یا دیگر اشغال کریں۔ انکے مراتب پہ کیا فرق پڑنے والا ہے۔ حضرت جلال الدین رومی



رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں اسی پس منظر کی طرف اشارہ کیا ہے "علتی جس چیز کو لیتا ہے وہ علت ہو جاتی ہے اور مرد کامل (صوفیاء کرام) اگر بظاہر کفر بھی اختیار کرے تو وہ دین بن جاتا ہے۔ پس محفل سماع کے بڑے آداب ہیں جسکے بارے میں بار بار آگاہ کیا جاتا ہے۔

تیسرے روز ۴؍شوال المکرّم ۲۲؍جولائی بروز بدھ بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ اور ۱۰:۳۰؍بجے دن میں امسال کے عرس پاک کا پہلا قل شریف ہوا۔ جس میں قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد حمد ونعت ومنقبت کے اشعار پیش کئے گئے۔ اس کے بعد باقاعدہ قل شریف کا آغاز ہوا۔ اس موقع سے حفاظ کرام وقرّائے عظام کی کثرت دیکھنے کو ملی۔ پھر نہایت ہی خوش الحانی میں بزبان عربی شجرہ خوانی ہوئی۔ جسکے کیف سے زائرین کرام کافی مسحور نظر آرہے تھے۔ بعدہٗ شجرہ خوانی، فاتحہ ودعا خونی ہوئی۔ حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی جانب سے ملک کی ترقی وخوش حالی کے لئے مخصوص دعا کی گئی۔ قل شریف کے بعد رنگ محفل ہوئی۔

رنگ محفل اکثر قل شریف کے بعد ہوا کرتی ہے۔ جسکی ظاہری وجہ یہ ہے کہ یہ امر عرس پاک کا خاص جزو ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر شخص اس میں حاضر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص پہ ایک ہی رنگ چڑھا رہتا ہے۔ جسکی وجہ سے اسے رنگ محفل کہا جاتا ہے۔ یہ رنگ اللہ جل شانہٗ کا صفاتی رنگ ہے۔ جو اس نے اپنے پیارے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ پہ نازل فرمایا۔ پھر یہ رنگ مختلف ناموں سے موسوم ہوا۔ ابوبکر صدیق پہ پڑا تو صدیقی رنگ کہلایا۔ عمر فاروق پہ پڑا تو فاروقی رنگ کہلایا۔ عثمان غنی پہ پڑا تو عثمانی رنگ کہلایا۔ مولا علی پہ پڑا تو "ترابی" رنگ کہلایا۔ حسن مجتبیٰ پہ پڑا تو حسنی، حسین شہید کربلا پہ پڑا تو حسینی۔ مابعد قادری، چشتی، سہروردی، فردوسی، قلندری، نقشبندی، ابوالعلائی، جہانگیری، رضائی، عنایتی، راحتی، فصاحتی۔ ان سارے رنگوں میں رنگ جانے کے بعد سب پہ حقیقت کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پھر انہیں حق کے سوا نہ کچھ دیکھائی دیتا ہے نہ سنائی دیتا ہے۔ انکے کانوں میں آنے والی ہر آواز انہیں حق کی آواز معلوم پڑتی ہے۔ اور یہ جب آواز حق سنتے ہیں تو ان پہ وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جسکی وجہ سے ان پر انکا اپنا قابو نہیں رہ پاتا اور انکا جسم حرکت کرنے لگتا ہے۔ جیسے عام لوگ رقص کہتے ہیں۔

رنگ محفل کے بعد تقسیم لنگر ہوا۔ جس میں بھائی چارگی کی انمول مثال دیکھنے کو ملی۔ کیا امیر کیا غریب، کیا چھوٹا کیا بڑا، کیا شاہ کیا گدا۔ سب ایک ساتھ ایک صف میں کھاتے ہوئے نظر آئے۔ بعد نماز



عشاء حلقۂ ذکر کی نورانی محفل ہوئی۔ اسکے بعد فاتحہ خوانی ودعا خوانی، پھر پوری شب محفل سماع ہوئی۔

چھوتھے روز ۵؍شوال المکرّم ۲۳؍جولائی بروز جمعرات بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ پھر ۱۰:۳۰؍بجے دن امسال کے عرس پاک کا دوسرا قل شریف ہوا۔ قل شریف کے بعد رنگ محفل ہوئی پھر اس کے بعد تقسیم لنگر۔ پھر بعد نماز عصر مزار پاک کا غسل شریف ہوا۔ پھر صندل شریف کا تحفہ پیش کیا گیا۔ یہ غسل وصندل کی روایت غسل کعبہ شریف سے وابستہ ہے۔ گویا ایک خانۂ خدا ہے۔ دوسرا مسکن خدا ہے، یعنی کعبہ شریف اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اور دل مومن مسکن خدا ہے۔ مسکن کے لئے جسم کی ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ہے۔ اس کا دل مومن میں رہنا سے مراد۔ اسکا دل مومن پر بار بار تجلی کرنا مراد ہے۔

حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی دعا پہ امسال کے عرس پاک کا اختتام ہوا۔ عرس پاک میں مجمع کثیر کے باوجود زائرین عرس پاک کی ہر سہولت کا خیال رکھا گیا۔ عرس پاک کے تمام امور حضور اسدالاولیاء قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی کی سجادگی میں اور مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ دامت فیوضہم ومخدوم گرامی قبلہ فرحت حسن شاہ دامت فیوضہم کی سرپرستی میں ادا کئے گئے۔

منقبت در شان حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ

بندے ہیں مگر سب سے جدا دیکھ رہے ہیں
پرواز سر عرش علا دیکھ رہے ہیں

کہہ دو یہ طبیبوں سے کہ بیمار رضا ہوں
کیوں درد محبت کی دوا دیکھ رہے ہیں

رتبہ یہ سرعرش دیا کس کو خدا نے
کونین کو قدموں پہ جھکا دیکھ رہے ہیں

رضواں ہو مبارک تجھے جنت کی ہوائیں
ہم گلشن راحت کی فضا دیکھ رہے ہیں

حاصل جسے نسبت ہے دربار رضا سے
بہتر کہیں شاہوں سے گدا دیکھ رہے ہیں

اب کوئی مسلمان کہے یا کہے کافر
سجدے میں انہیں جلوہ نما دیکھ رہے ہیں

دیکھے میری نظروں سے کوئی جلوہ نمائی
ہر حسن میں ہم ان کی ادا دیکھ رہے ہیں

کس حسن مصوّر کا یہ اعجاز ہے یارو
ہر قلب میں راحت کی ضیاء دیکھ رہے ہیں

جلوں سے انہیں کے تو منور ہے یہ دنیا
ہر بزم کو روشن بہ خدا دیکھ رہے ہیں

جس دل میں نہیں عظمت سرکار فصاحت
اس دل کو طریقت سے جدا دیکھ رہے ہیں

کچھ اور ہی اب صورت جاناں ہے نظر میں
ہم جب سے تخیل میں بسا دیکھ رہے ہیں

خادم ہی نہیں ایک طلب گار فصاحت
عالم شہ والا پہ فدا دیکھ رہے ہیں

از: حاجی حبیب اللہ راحتی خادمؔ مرادآبادی

منقبت در شان حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ

رسول پاک سے سچی اسے محبت ہے
جسے بھی حضرت راحت کے در سے نسبت ہے

جسے بھی مل گیا قسمت سے دامن راحت
تو دو جہاں میں اسے چین اور راحت ہے

کہاں کہاں سے چلے آئے انکے دیوانے
کہ عاشقوں کے لئے ان کا در ہی جنت ہے

قرآن پاک کی تفسیر سے یہ ظاہر ہے
خدا کے ولیوں کی کتنی بڑی فضیلت ہے

جناب خواجۂ راحت کی یہ نوازش ہے
ہمارے آپ کے گھر میں جو اتنی برکت ہے

تیرے کرم سے مقدر سنور گیا میرا
تیرے ہی فیض سے سر پر خدا کی رحمت ہے

ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا سارا
یہ انکی چشم عنایت کی ہی عنایت ہے

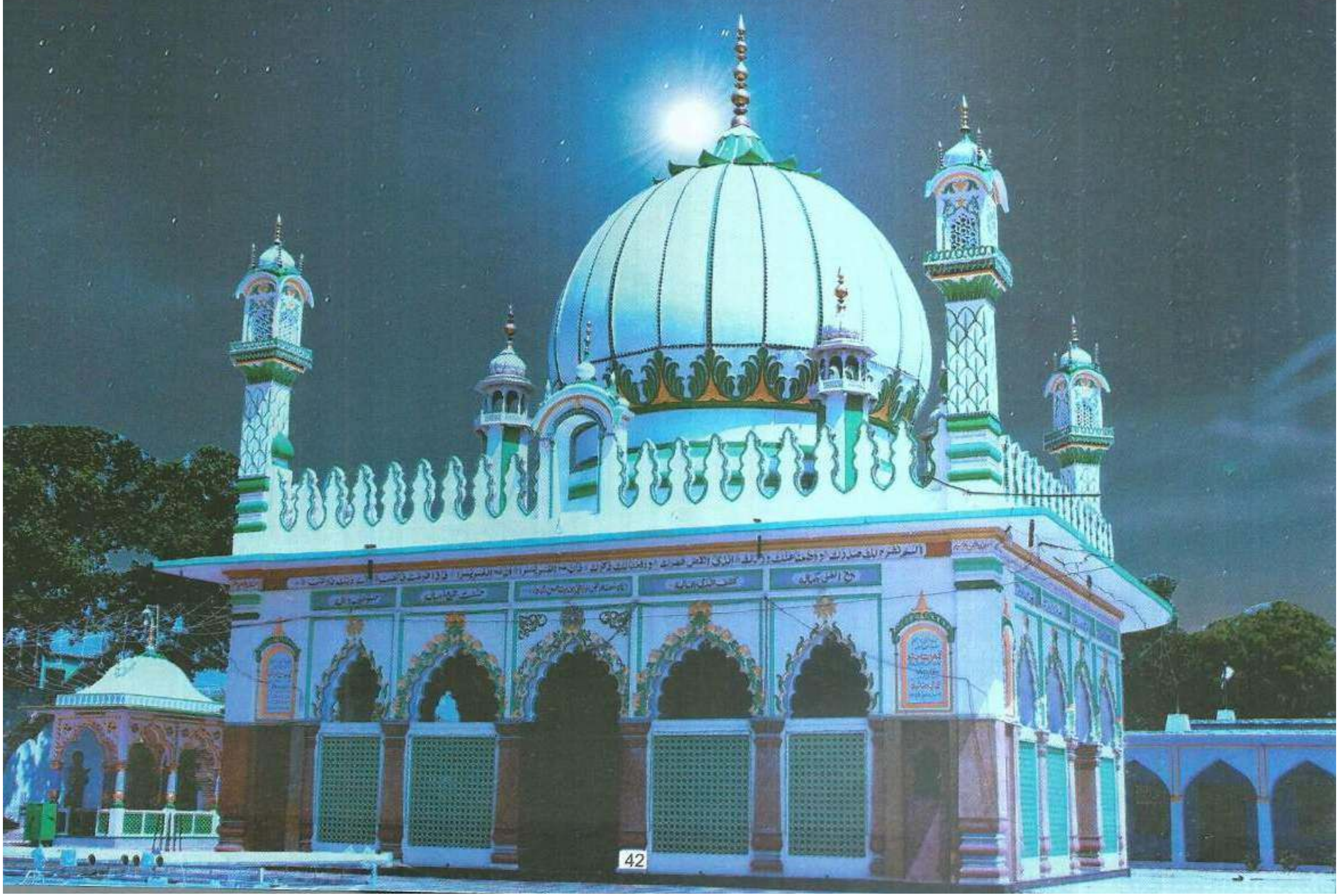
ہمارے مرشد برحق کا بھی یہ کہنا ہے
کہ شش جہات میں راحت میاں کی شہرت ہے

نوازؔ کیوں نہ مقدر پہ اپنے ناز کرے
جو اسکے پاس ہے سب آپ کی بدولت ہے

از: نوازؔ احمد سعیدی نواز غازی پوری

۱۴/واں عرس

سند الاولیاء قدس سرہٗ





حضور سند الاولیاء، مخدوم المشائخ محبوب مصطفےٰ حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کی ذات، میدان ولایت کی ایک بلند اور رفعت شعار ذات تھی۔ آپ باغ ولایت کے ایک ایسے مہکتے پھول تھے جس کی خوشبو سے ایک جہاں معطر ہوا۔ آپ آسمان ولایت کے ماہ نجوم تھے۔ آپ نے بے پناہ لوگوں کو اپنی چادر رحمت سے راحت وسکون بخشا۔ آپ اپنے اجداد کے نشان اعظم تھے۔ آپ ۲۹/ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹/اگست ۱۹۵۵ء بروز جمعہ، مدینۃ الاولیاء، بھینسوڑی شریف، ملک، ضلع رامپور میں اسی خانۂ مبارک میں جلوہ گری فرمائی جس خانۂ مبارک میں حضور دادامیاں قدس سرہٗ وحضور عنایت پاک قدس سرہٗ نے جلوہ گری فرمائی تھی۔ آپ نہایت ہی حسین وجمیل اور پرشکیل تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چودھویں کا چاند زمین پہ آگیا ہو۔ جب آپ کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو حضور والد گرامی راحت پاک قدس سرہٗ کے ذریعہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء کو رسم بسم اللہ خوانی ہوئی۔ آپ کے تعلیمی سفر کا اختتام سولہ سال کی عمر شریف ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ پھر اسی عمر شریف میں والد مخدوم حضور سند السالکین راحت العاشقین امام الصوفیہ حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ کے دست مبارک پر سلسلۂ عالیہ شریف میں داخل سلسلہ ہوئے۔ پھر ۲۰/سال کی عمر شریف میں والد ومرشد کے وصال کے بعد ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ اور سلسلۂ عالیہ کی از سر نو اشاعت فرمائی۔ جسکی وجہ سے ہر طرف غلامان شہنشاہ رضا نظر آنے لگے۔

۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں آپ رشتۂ ازدواج سے وابستہ ہوئے۔ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں آپ معہ حرم محترم حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ اس مبارک سفر میں حادثۂ جاں کاہ کے باوجود آپ کے پیروں میں جنبش نہیں آئی۔ اور بہت سارے حجاج کو جو اس حادثے میں گرفتار ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سارے پریشاں حال حاجیوں کی مدد فرمائی، اور انکی جانیں بچائیں۔ آپ کی زندگی کا ہر ورق راہ حق کے متلاشیوں کے لئے مینارہ نور درجہ رکھتا ہے۔ آپکی زندگی کا ہر روز مسافران راہ سلوک کے لئے نمونۂ عمل تھا۔ آپ کا قلب مثل آئینے کے تھا۔ جس طرح آئینے میں ہزاروں تصویروں کا عکس نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح سے آپ کے پاس بیٹھنے والوں کا حال ہوا کرتا تھا۔ آپ سامنے بیٹھنے والوں کے حال سے فوراً واقف ہو جایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ "سامنے والی چیز اگر چمک دار ہوتو اس کے نور سے شیشہ منور ہو جاتا ہے۔ یہی صفت آپ کے سامنے بیٹھنے والوں کی ہوا کرتی تھی۔ آپ کے نورانی دل سے "اس کا بھی شیشۂ دل منور ہو جاتا تھا۔ ملعون دنیا کا نقش اپنے سینوں میں بسا کر اپنا شیشۂ دل سیاہ کر چکے لوگ، جب آپ کی بارگاہ میں حاضر آتے تو، نہ صرف، انکے سیاہ شیشۂ دل کو چمک دار بناتے" بلکہ تمام خیالات فاسدہ سے تائب کرا کر خانۂ دل کے تمام کدورت سے پاک وصاف کر کے انہیں " موتو قبل ان تموتو (مرنے سے پہلے مرجانا یعنی فنا ہو جانا)۔ کا مصداق بنا کر وحدہ لاشریک کی بارگاہ کا نظر محبوب بنا دیتے، جیسا کہ فرمایا گیا: "درد دل کی وجہ سے درگاہ حق تعالیٰ میں اس طرح رسائی ہوتی ہے جس طرح سے چیونٹی کی دربار سلیمان علیہ السلام میں ہوئی تھی"۔ اسی لئے صوفیائے کرام دوست تک رسائی حاصل کرنے کے لئے، کوچۂ یاراں میں اپنی جان تک فدا کر دیتے ہیں۔

تاکہ دوست تک رسائی حاصل ہو جائے۔ آپ بھی مریدوں کی تربیت ہمیشہ اسی طور سے فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ مرید عشق کی منزل سے گزر کر عاشق صادق ہو جائے۔ پھر بارگاہ حقیقی کا محبوب بن جائے۔ آپ راہ حق پہ چلنے والوں کی مثال اس طور سے دیا کرتے تھے۔ "ایک تالاب پانی سے بھرا ہو، جس پہ ہر طرف سے پہرہ لگا ہو، پہریدار معہ ہتھیار بڑے مستعد کھڑے ہوں۔ تالاب کے پاس جانا تو دور کوئی آس پاس بھی نہیں پہونچ سکتا۔ ایسے عالم میں کوئی شخص اس تالاب میں چھلانگ لگا دے تو یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ پس یہی حالت راہ سلوک پہ چلنے والوں کی ہوا کرتی ہے"۔ اکثر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "فقیروں کے پاس لوگ صرف اس غرض سے حاضر آتے ہیں کہ اسے دنیاوی مال وزر، دولت وثروت، عیش وعشرت، میسر آجائے، مگر کوئی اس غرض سے حاضر نہیں آتا، کہ اسے قرب خدا حاصل ہو جائے، اور علم فقیری کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ اور اس کی آنکھوں میں جو حجاب ہے وہ دور ہو جائے۔ تاکہ خالق مخلوق کے درمیان جو رشتۂ بندگی ہے۔ اسے ادا کرنے میں آسانی ہو۔ آپ جس دور میں قیام پذیر تھے۔ وہ دور نہایت ہی نازک دور تھا۔ ملک کے اندرونی حالات بد سے بدتر تھے آپسی بھائی چارگی ختم ہونے کے کگار پہ تھی۔ آپ نے اسے ختم ہونے نہ دیا۔ بلکہ ایکتا اور بھائی چارگی کا جو نعرہ تھا آپ نے اسے ہمیشہ بلند کیئے رکھا۔ چند سالوں میں حالات اپنے معمول پہ آگئے۔ اور صدیوں سے چلی آرہی گنگ وجمن تہذیب کو آپ نے ختم نہ ہونے دیا۔ آپ کی ذات بڑی خصوصیات کی حامل تھی۔ آپکے حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ راہ چلتے مسافر بھی آپکے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر آپ کے گردیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ آپ نہایت ہی غریب پرور تھے۔ آپ کے در پہ آنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ آپ بہت نرالی شان کے مالک تھے۔

آپ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ کے عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ" کبھی کسی مرید کی دعوت رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر طے شدہ دعوت پہ سواری کا انتظام نہ ہو پاتا تھا تو آپ پا پیادہ ہی اس کے گھر پہونچ جایا کرتے تھے۔ آپکی ذات سے عقل کو حیران کر دینے والے واقعات رو نما ہوئے۔ جس سے عقل انسانی عاجز ہے۔ بالآخر چند سال کی علالت کے بعد آپ مورخہ ۲۸/جمادالاخریٰ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۷/ستمبر ۲۰۰۱ء بروز سوموار بوقت چاشت لکھنؤ شریف میں اپنے مالک حقیقی سے، ہزاروں مریدوں اور چاہنے والوں کو روتا ہوا چھوڑ کر، جا ملے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے نور نظر حضور اسد الاولیاء قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی





مسند سجادگی پر جلوہ فرما ہوئے۔ ہر سال آپ کا عرس پاک مورخہ ۲۶ تا ۲۹ رجمادالاخریٰ کو ہوا کرتا ہے۔

امسال آپ کا ۱۴۱ رواں سالانہ عرس پاک انہیں تاریخوں میں ۱۷ تا ۲۰ راپریل ۲۰۱۵ء بروز جمعہ تا سوموار مدینۃ الاولیاء، بھینسوڑی شریف، ملک ضلع رامپور میں دیرینہ روایت کے مطابق نہایت ہی آب وتاب کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔

۲۶ رجمادالاخریٰ ۱۷ راپریل بروز جمعہ بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ بعد نماز عصر سرکاری چادر شریف کی متبرک محفل سجائی گئی۔ جس میں ہندوستان کے کونے کونے سے عشاق حضور سندالاولیاء تشریف لائے۔ اور سرکاری چادر شریف کی محفل میں بہت ہی عقیدت ومحبت کے ساتھ شریک رہے۔ سرکاری چادر شریف میں مریدین ومعتقدین کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ بہت ہی جوش وخروش اور نورانی فضا میں سرکاری چارد شریف بارگاہ سندالاولیاء میں پیش کی گئی۔ صلاۃ وسلام، فاتحہ خوانی ودعا کے ساتھ یہ نورانی پروگرام اپنے انتہا کو پہونچا۔ چادر شریف کا یہ رواج قدیم زمانے سے رائج ہے۔ اس کے جواز کی دو ظاہری صورت ہے۔ چادر شریف کا رواج غلاف کعبہ سے مشتق ہے۔ جیسے خانۂ خدا بہت ہیں مگر غلاف صرف خانۂ کعبہ پر ہی نصب کیا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کعبہ خدا کا خاص گھر ہے۔ اسی طرح سے عام مزاروں پہ غلاف یعنی چادر شریف نہیں ہوتی۔ جسکی ظاہری وجہ یہ ہے کہ عام و خاص کا فرق محسوس ہو جائے کہ یہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ چونکہ کعبۃ اللہ پہ غلاف ہر وقت نہیں نصب کیا جاتا بلکہ خاص موقع پر ہی نصب کیا جاتا ہے۔ اور وہاں عام لوگوں کا گزر بھی نہیں ہے۔ جبکہ مزار اولیاء پہ لوگوں کا چارد شریف نصب کرنا عام نظر آتا ہے۔ رہا سوال سرکاری چارد شریف کا، تو اسکو سرکاری چادر شریف اس لئے کہتے ہیں کہ عام وخاص کا فرق رہے۔ جو صاحب مزار کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اسکی طرف سے جو بھی امور انجام دئے جاتے ہیں انہیں سرکاری ہی کہتے ہیں۔ لہٰذا مزار اولیاء پہ جو سب سے پہلے چارد شریف پیش ہوتی ہے۔ وہ انہیں کی جانب سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسے سرکاری چادر شریف کہتے ہیں۔ سرکاری چادر شریف کے بعد۔ بعد نماز عشاء جشن عید میلا النبی ﷺ کا پروگرام ہوا۔ جس میں علمائے کرام کے خطابات ہوئے۔ بعدہٗ صلاۃ وسلام ہوا۔ اس کے بعد فاتحہ خوانی ودعا خوانی ہوئی۔

اس کے بعد محفل مشاعرہ ہوا ہر سال کی طرح امسال بھی شعرائے کرام کو طبع آزمائی کے لئے دو مصرعے دئے گئے۔

۱۔ میرے لبوں پہ شاہ فصاحت کے تذکرے ہیں

۲۔ در شاہ فصاحت پہ فقیری بھی ہے شاہی بھی۔

مختلف مقامات سے تشریف لائے ہوئے شعرأ نے اپنی اپنی عقیدت کا اظہار بڑے ہی منفرد لب و لہجے میں کیا۔ بعض حضرات کے اشعار بڑے پسند کئے گئے ان میں سے یہ شعر قابل ذکر ہے۔

میری زبان پہ شاہ فصاحت کے تذکرے ہیں۔ صورت کے تذکرے ہیں سیرت کے تذکرے ہیں۔

ارادت میں عقیدت بھی محبت پارسائی بھی۔ تبھی ملتی ہے حق سے رہبری بھی رہنمائی بھی۔

شب میں ۲ ربجے حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی دعا پہ مشاعرے کا اختتام ہوا۔

دوسرے روز ۲۷ رجمادالاخریٰ ۱۸ راپریل بروز سنیچر بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ جن میں زائرین کرام نے کثیر تعداد میں حصہ لیکر اپنے دلوں کو قرآن مقدس کی آیتوں سے تطہیر کیا۔ اور بے پناہ اجر و ثواب کے مستحق بنے۔ پھر پورے روز عام چادر شریف پیش کرنے کا سلسلہ دراز رہا۔ بعد نماز عشاء حلقۂ ذکر کی نورانی محفل منعقد ہوئی۔ جس میں صدائے لاالہ الاللہ سے معبودان باطل پر ہیبت طاری ہوگئی۔ اور جو غیر اللہ نے دلوں میں اپنی پیٹھ بنالی تھی، اسے نکال پھینکنے میں آسانی پیدا ہوگئی۔ اور دل نقش غیر حق سے پاک وصاف ہوگیا۔ حلقۂ ذکر کے بعد فاتحہ خوانی ودعا خوانی ہوئی پھر پوری شب محفل سماع ہوئی۔ سماع وہ عرفانی مجلس ہے، جس کے ذریعے مرید کے دل میں پیر ومرشد کی تئیں عشق پیدا ہوتا ہے۔ اور مرید اپنے مراد کو پہونچ جاتا ہے۔ سماع کے ذریعے ایک عاشق اپنے معشوقۂ حقیقی سے وصال کی لذت حاصل کرتا ہے۔

سماع کے ذریعے ایک عارف دریائے معرفت میں غوطہ لگاتا ہے۔ اور بحر معرفت کا نایاب موتی بن جاتا ہے۔ سماع کے ذریعے روح عالم قدس کی سیر کرتی ہے اور ایک مرغ دل تن کے قفس سے رہائی حاصل کرتا ہے۔ سماع عام لوگوں کے دلوں میں بھی عشق حقیقی کی شمع جلا دیتی ہے۔ محفل سماع میں عارفانہ کلام پیش کیے گئے۔ جس سے سامعین کرام پر ایک خاص قسم کی کیفیت دیکھنے کو ملی۔

تیسرے روز ۲۸ رجمادالاخریٰ ۱۹ راپریل بروز اتوار بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ جو قل شریف کے ہونے تک جاری رہی۔ ۱۰:۳۰ ربجے امسال کے عرس پاک کا پہلا قل شریف ہوا۔ قرآن مقدس کی تلاوت ہوئی۔ اس کے بعد حمد ونعت ومنقبت کے اشعار پیش کئے گئے۔ بالخصوص دارالعلوم شاہ رضا، لکھنؤ کے طلبائے کرام جو خاص طور سے بشرکت عرس لکھنؤ شریف سے تشریف لائے تھے۔ بزم حمد و نعت ومنقبت کے بعد باقاعدہ قل شریف کا آغاز ہوا۔ مگر اس سے قبل سرکاروں کی آمد شریف سے پورا سماع خانہ نعروں سے گونج اٹھا۔ پھر قرآن پاک کی تلاوتیں کی گئیں شجرہ خوانی ہوئی پھر فاتحہ خوانی ودعا خوانی ہوئی اس مبارک موقع پر حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی طرف سے خاص دعا کی گئی۔ پھر رنگ محفل ہوئی۔ جس میں ہر کسی پر رنگ چڑھا نظر آیا۔ جو جہاں تھا وجد کی حالت میں بے خود ومست تھا۔ رنگ محفل کے بعد تقسیم لنگر ہوا۔ جس میں مختلف تہذیب وتمدن، مختلف رنگ ونسل، مختلف ادیان کے لوگ ایک ساتھ ایک صف میں بیٹھ کر تبرک نوش کیا۔ بعد نماز عشاء حلقۂ ذکر کی مبارک محفل ہوئی۔ جس میں نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ لوگ شریک رہے۔ حلقۂ ذکر کے بعد فاتحہ ودعا خوانی ہوئی۔ اس کے بعد محفل سماع کا آغاز ہوا۔ جس مین صوفیائے کرام ومشائخ عظام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اور سماع کی چاشنی سے خوب متلذز ہوئے۔ اور اپنی روحانی تشنگی کو بجھایا۔ محفل سماع کا یہ سلسلہ فجر کی اذان تک چلا۔

چوتھے روز ۲۹ رجمادالاخریٰ ۲۰ راپریل بروز سوموار بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی۔ جس میں زائرین کرام نے خوب بڑھ چڑھکر حصہ لیا۔ ۱۰:۳۰ ربجے امسال کے عرس پاک کا دوسرا قل شریف ہوا۔ جس میں حمد ونعت ومنقبت کے بعد قرآن مقدس کی تلاوتیں ہوئیں۔ پھر بزبان عربی شجرہ خوانی ہوئی۔ اس کے بعد فاتحہ خوانی ودعا خوانی ہوئی۔ اس موقع سے حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی جانب سے تمام عالم انسان کے لئے دعا کی گئی۔ بعدہٗ رنگ محفل ہوئی۔ اس کے بعد تقسیم لنگر۔ پھر بعد نماز عصر امسال کے عرس پاک کی آخری تقریب غسل وصندل شریف ہوئی۔ عرس پاک میں زائرین کرام کا ایک اژدہام موجود تھا۔ حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی دعا کے ساتھ امسال کے عرس پاک کا اختتام ہوا۔ عرس پاک کی تمام تقریبات حضور اسدالاولیاء قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی کی سجادگی میں اور حضور مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ دامت فیوضہم ومخدوم گرامی قبلہ فرحت حسن شاہ دامت فیوضہم کی سرپرستی میں ادا کئے گئے۔

جشن شاہ رضا

بعنوان تحفظ آثار مشائخ عظام



حضور قطب العارفین حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ کی ذات پہ ہونے والا سالانہ جشن شاہ رضا امسال مورخہ ۲۰؍شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۸؍جون ۲۰۱۵ء بروز پیر بمقام خانقاہ شاہ رضا دادا میاں روڈ، لکھنؤ میں بعنوان ''آثار تحفظ مشائخ عظام'' اختتام پذیر ہوا۔ جسکی سرپرستی مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ دامت فیوضہم وصدارت مخدوم گرامی قبلہ فرحت حسن شاہ دامت فیوضہم نے فرمائی۔ جبکہ نظامت کی ذمہ داری مولانا ادریس صاحب مصباحی نائب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے فرمائی۔ اس موقع سے مہمان خصوصی کی حیثیت سے وزیر عامہ جناب شیو پال سنگھ یادو، وزیر صحت جناب احمد حسن صاحب، وزیر خاص جناب حاجی ریاض احمد و دیگر وزرائے مملکت موجود تھے۔ عالمی شہرت رکھنے والے بہت سے علمائے کرام ومشائخ عظام بھی جشن شاہ رضا میں حاضر تھے۔ ان میں غازئ ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی، حضرت علامہ سید اشرف میاں کچھوچھوی، حضرت علامہ ابوالعرفان صاحب نعیم الحلیم قاضی شہر لکھنؤ، حضرت علامہ زاہد رضا صاحب مصباحی، حضرت مولانا اقبال احمد صاحب قادری، حضرت مولانا معین الحق صاحب علیمی مصباحی، حضرت علامہ سید مسعود ظفر صاحب کچھوچھوی، ودیگر مقامی وغیر مقامی علمائے کرام شریک جشن تھے۔ سب سے پہلے قرآن مقدس کی تلاوت سے اس جشن شاہ رضا کا آغاز ہوا۔ بعدہٗ دارالعلوم شاہ رضا کے طلبائے کرام نے حمد ونعت ومنقبت کا گلدستہ پیش کیا۔ مولانا ادریس صاحب مصباحی نے اس جشن کا خاکہ پیش کیا۔ پھر تفصیل سے اس جشن شاہ رضا پہ ہونے والے تحفظ آثار مشائخ عظام کے لائحہ عمل کے بارے میں بتایا۔





مولانا اقبال احمد قادری نے مشائخ کرام کے آثار کی حفاظت کے لئے مرکزی وصوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ''اس ذمہ داری کو نبھایئے''۔ مولانا زاہد رضا صاحب نے بھی کچھ اس طرح کے مطالبات حکومت ہند سے کئے۔ ممبئی سے آئے ہوئے مولانا معین الحق نے باآواز بلند کہا کہ ہماری مانگیں آخر کب مانی جائینگی۔ مولانا مسعود ظفر صاحب کچھوچھوی نے بھی کچھ اس طرح کی رائے پیش کی۔ حضرت مولانا سید اشرف میاں کچھوچھوی نے بھی حکومت کو متنبہ کیا کہ ''اکثریت اہل سنت وجماعت کی ہے۔ اس کے باوجود مشائخ عظام کے آثار کی حفاظت نہیں کی جارہی ہے۔ غازی ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی نے نہایت ہی جزباتی تقریر کی اور صوبائی حکومت کو آگاہ کیا کہ مشائخ عظام کے آثار کی حفاظت کریں۔ ورنہ ہم کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں''۔ قاضی شہر لکھنؤ مولانا ابوالعرفان صاحب نے نہایت ہی سنجیدہ مزاجی کا ثبوت دیا اور عنوان کے تحت گفتگو فرمائی۔ آخر میں دعا ہوئی۔ اس کے بعد جشن شاہ رضا اختتام کو پہنچا۔ جشن شاہ رضا میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ جو حضرات بھی تشریف لائے انکے طعام وقیام کا مکمل انتظام درگاہ شاہ رضا کی جانب سے ہوا۔ اس سلسلے میں بہت بہتر انتظام کئے گئے۔ خواتین کے لئے بھی پردے کا معقول انتظام تھا۔

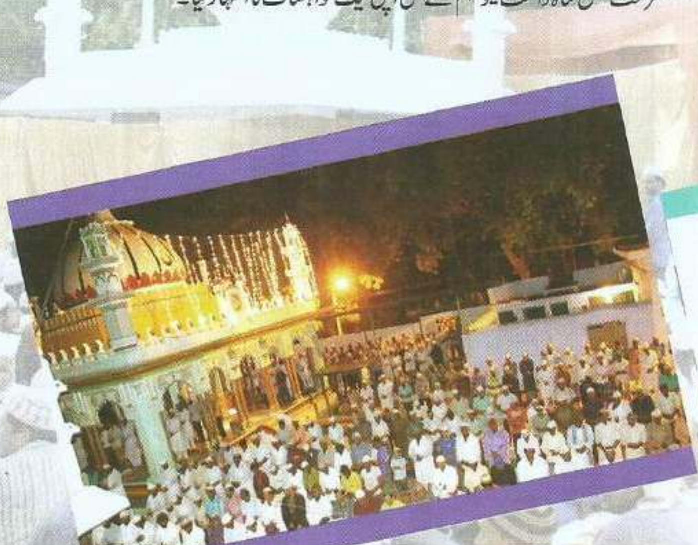
خانقاہ شاہ رضا میں

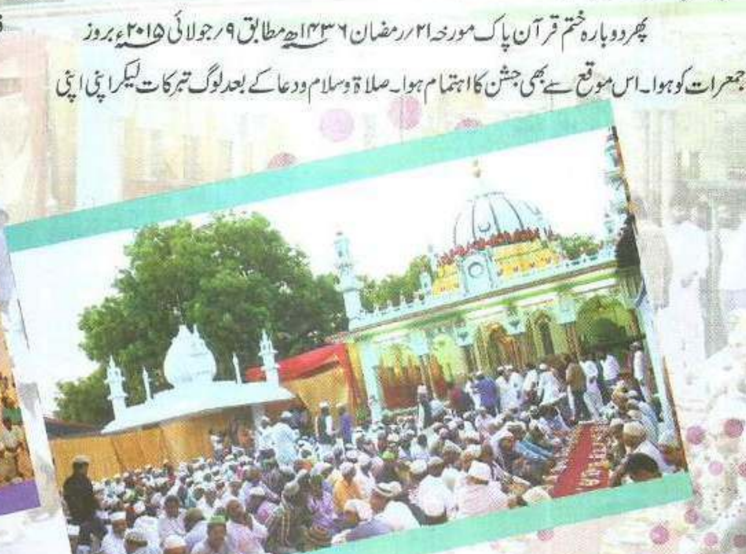
جشن رمضان شریف



ہر سال متصل آستانہ دادامیاں قدس سرہٗ مسجد شاہ رضا میں بموقع رمضان شریف ختم قرآن پاک کے موقع پر جشن کا اہتمام ہوتا ہے۔ امسال جب ۳۰/شعبان ۱۴۳۶ھ ۱۸/جون ۲۰۱۵ء بروز جمعرات چاند نظر آیا تو درگاہ شاہ رضا میں ایک اژدہام ہجوم کرنے لگا۔ پوری مسجد اور صحن، سماع خانہ، دلان شاہ رضا، ولنگر خانہ بسلسلۂ تراویح قرآن پاک ''لوگوں کی قطاروں سے بھر گیا''۔ پانچ روز میں قرآن مکمل کرنے کے ارادے سے لوگ دور دور سے یہاں آتے ہیں۔ لوگوں کا یہاں ہجوم کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ لوگ تراویح کے ساتھ ساتھ فیضان شاہ رضا سے بھی مالامال ہونا چاہتے ہیں۔ اسی لئے کثیر مجمع یہاں ہوتا ہے۔ پانچ رمضان شریف کو ختم قرآن پاک ہوا۔ اس موقع سے جشن ہوا۔ نعت و منقبت کے اشعار پیش کئے گئے۔ پھر مواعظ حسنہ ہوئے۔ صلاۃ وسلام ودعا کے بعد لوگ تبرکات لیکر اپنے اپنے گھروں کی جانب لوٹ گئے۔

پھر دوبارہ ختم قرآن پاک مورخہ ۲۱/رمضان ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/جولائی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات کو ہوا۔ اس موقع سے بھی جشن کا اہتمام ہوا۔ صلاۃ وسلام ودعا کے بعد لوگ تبرکات لیکر اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے۔ پھر ہر سال کی طرح امسال بھی ۲۴/رمضام المبارک بروز اتوار روزۂ افطار کا اہتمام نہایت ہی وسیع پیمانے پر ہوا۔ جس میں مریدین ومعتقدین وجملہ زائرین کرام کے ساتھ ساتھ عمائدین شہر، وزرائے مملکت، افسران مملکت، شریک ہوئے۔ خاص طور سے وزیر عامہ جناب شیو پال سنگھ یادو، وزیر صحت احمد حسن، اروند سنگھ گوپ، تمام مذاہب کے پیشوا۔ جس میں سید مولانا ہاشمی میاں کچھوچھوی، مولانا کلب جواد صاحب مولانا ابوالعرفان صاحب نعیم الحلیم، ودیگر علمائے کرام موجود رہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر خان عاطف صاحب، درگاہ شاہ میناء کے گدی نشین جناب راشد علی مینائی، انیس انصاری سابق آئی۔ اے۔ ایس وغیرہ قابل مذکور ہیں۔ روزۂ افطار میں آئے ہوئے لوگوں کو حضور صاحب سجادہ قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی نے اپنی نیک دعاوں سے نوازا اور انکے روشن مستقبل کے لئے دعا گو ہوئے۔ اس موقع سے مخدوم گرامی قبلہ مصباح الحسن شاہ دامت فیوضہم ومخدوم گرامی قبلہ فرحت حسن شاہ دامت فیوضہم نے بھی اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔







وفیات

قرآن پاک میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے کہ ہر ذی روح کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ موت پل ہے جو ایک حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے۔ اگر یہ موت نہ ہوتی تو انسانی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی۔ موت نے زندگی کے مراتب کو دوبالا کر دیا۔ اگر انسان کو اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا جاتا تو، اسکی زندگی کی کوئی وقعت نہ ہوتی۔ یہ تو خداوند جل علا کی مشیت خاص تھی کہ اس نے حضرت انسان کو ایک محدود زندگی عطا فرمائی۔ ورنہ طوالت عمر کی وجہ سے اعضائے جسمانی منجمد ہو جاتے۔ جس سے انسانی زندگی بے حس ہو جاتی اور وہ بے اعتنائی کا شکار ہو جاتا اور وجوہ حقارت بن جاتا۔

رب تعالیٰ نے جس خلق کو اکرمنا کا تاج پہنایا اور مقام اصطفیٰ پر فائز کیا، اسکی مشیت کو یہ گنوارا نہیں تھا کہ اسکی کسی طرح سے تحقیر کی جائے۔ پس اس نے زندگی کے ساتھ موت بھی واقع کر دیا تا کہ زندگی کی اہمیت واضح ہو جائے۔ اور انسان اپنی موت کو سامنے دیکھ کر اپنی زندگی کی تحصیل کر سکے۔ ایک انسانی زندگی کو تبھی کامیاب گردانا جاتا ہے جب وہ حق کے ساتھ اپنی زندگی گزارے اور کاملین کے زمرے میں اس کا نام لیا جائے۔ اور یہ موقع اسے تب میسر آئیگا جب وہ ایک روشن دل سے اپنا دل روشن کرلے اور اپنا شیشۂ دل چمکالے۔

انہیں روشن دل والے کو پیران عظام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو روئے زمین پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائبین و وارثین کی شکل میں موجود ہیں۔ جو ان حضرات کے دامن کرم سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ انہیں دنیا میں بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ جب تک وہ دنیا میں رہتے ہیں اپنے مرشد وربی سے اخذ فیض کرتے ہیں اور ہر طرح کی گندگی و آلائش سے پاک و صاف رہتے ہیں اور وہ جب دنیا سے جاتے ہیں تو اس کا ثمرہ انہیں وہاں بھی ملتا ہے۔ ان پہ فیضان کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ اور وسیع ہو جاتا ہے اور یہاں تک ہو جاتا ہے کہ اگر اہل خاندان بھول بھی جائیں تو بزرگوں سے وابستگی کی وجہ سے ان پہ ثواب کا سلسلہ ہنوز باقی رہتا ہے۔ اور ہر اس محافل میں انکی ارواح کو ثواب پہونچایا جاتا ہے۔ جو بزرگوں کی نذر و نیاز کے لئے منعقد ہوتی ہے۔ بلاشبہ اللہ والوں سے انکی وابستگی کی وجہ سے انہیں دونوں جہان میں سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ سال رواں ۳۷-۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء میں وابستگان سلسلۂ عالیہ میں جو لوگ فوت ہوئے انکی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بنت حضور راحت پاک قدس سرہٗ

آپ کا نام مخدومہ نعیمہ بی بی تھا۔ آپ حضور سند السالکین حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ کی حقیقی بڑی صاحبزادی اور حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کی حقیقی بڑی ہمشیرہ اور حضور محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی (سجادہ نشین) کی حقیقی بڑی پھوپھی تھیں۔ آپ ۱۱/ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۸/نومبر ۱۹۴۴ء بروز منگل بوقت چار بجے صبح پیدا ہوئیں۔ اس روز طلوع آفتاب ۶/بجکر ۳۵/منٹ پر تھا جبکہ غروب آفتاب ۵/بجکر ۲۴/منٹ پر۔ خاندانی روایت کے مطابق آپکی مکمل تعلیم مدینتہ الاولیاء، بھینسوڑی شریف میں ہوئی۔ بعد فراغت تعلیم آپکا عقد موضع

تھا۔ ولہ ضلع مرادآباد میں جناب مظہر علی خان عرف چھوٹے میاں سے فرمایا گیا۔ آپ نہایت ہی منکسر المزاج، زندہ دل، نماز وتلاوت کی پابند ایک ولیہ صفت خاتون تھیں۔ آپ بہت ہی صابرہ وشاکرہ تھیں۔ آپ کے شوہر جناب مظہر علی خاں عرف چھوٹے میاں ایک مضر بیماری میں گرفتار ہو گئے اور ایک عرصہ تک انہیں حضرت صوفی سعید احمد شاہ فصاحتی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ۱۹۸۴ء میں علاج ومعالج کے سلسلے میں بمبئی میں قیام کرنا پڑا، انہیں اس مرض سے کافی حد تک شفامل گئی اور ایک عرصہ تک آپ باحیات رہے۔ جب ۱۹۸۹ء میں حضرت صوفی سعید احمد شاہ فصاحتی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ نے نہایت درد وکرب کا اظہار کیا۔ اور جب عرس شاہ رضا میں انکے اہل خانہ اور مریدائیں لکھنؤ آئیں تو آپ نے بڑی تشفی وتسلی فرمائی۔ آپ بڑی ہمت شعار خاتون تھیں آپکے سامنے، والد ومرشد، اور شوہر پاک، والدۂ مخدومہ، برادر مخدوم اور داماد کا وصال ہوا۔ آپ نے اس موقع سے نہایت ہی بلند ہمتی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آپ اپنے بزرگوں کی روش پہ ہمیشہ قائم ودائم رہیں۔ آپ حضور دادامیاں قدس سرہٗ سے نہایت والہانہ محبت فرماتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ بوقت وصال آپ لکھنؤ آگئیں۔ اور مختصر علالت کے بعد خاک لکھنؤ کا آپ پیوند بن گئیں۔ یعنی ۲۳ر جماد الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۲۰۱۵ء بروز سنیچر ۷۰ر سال چار ماہ کی عمر میں وصال فرما گئیں۔ دوسرے روز قرب بارگاہ شاہ رضا میں مجمع کثیر کے درمیان آغوش خاک ہوئیں۔ آپ اپنی بڑی دادی اماں (حضرت مخدومہ اعجازی بی بی) کے بعد خانوادۂ شاہ رضا کی دوسری خاتون تھیں جو یہاں آرام فرما ہوئیں۔ آپ کے آخری سفر میں حضور صاحب سجادہ قبلہ محمد صباحت حسن شاہ، قبلہ مصباح الحسن شاہ، قبلہ فرحت حسن شاہ اور خانوادۂ شاہ رضا کے بیشتر افراد شریک رہے۔ بوقت وصال آپ نے چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے جناب اظہر علی ہمایوں میاں، جناب کامران میاں، جناب دانش میاں یادگار چھوڑیں۔

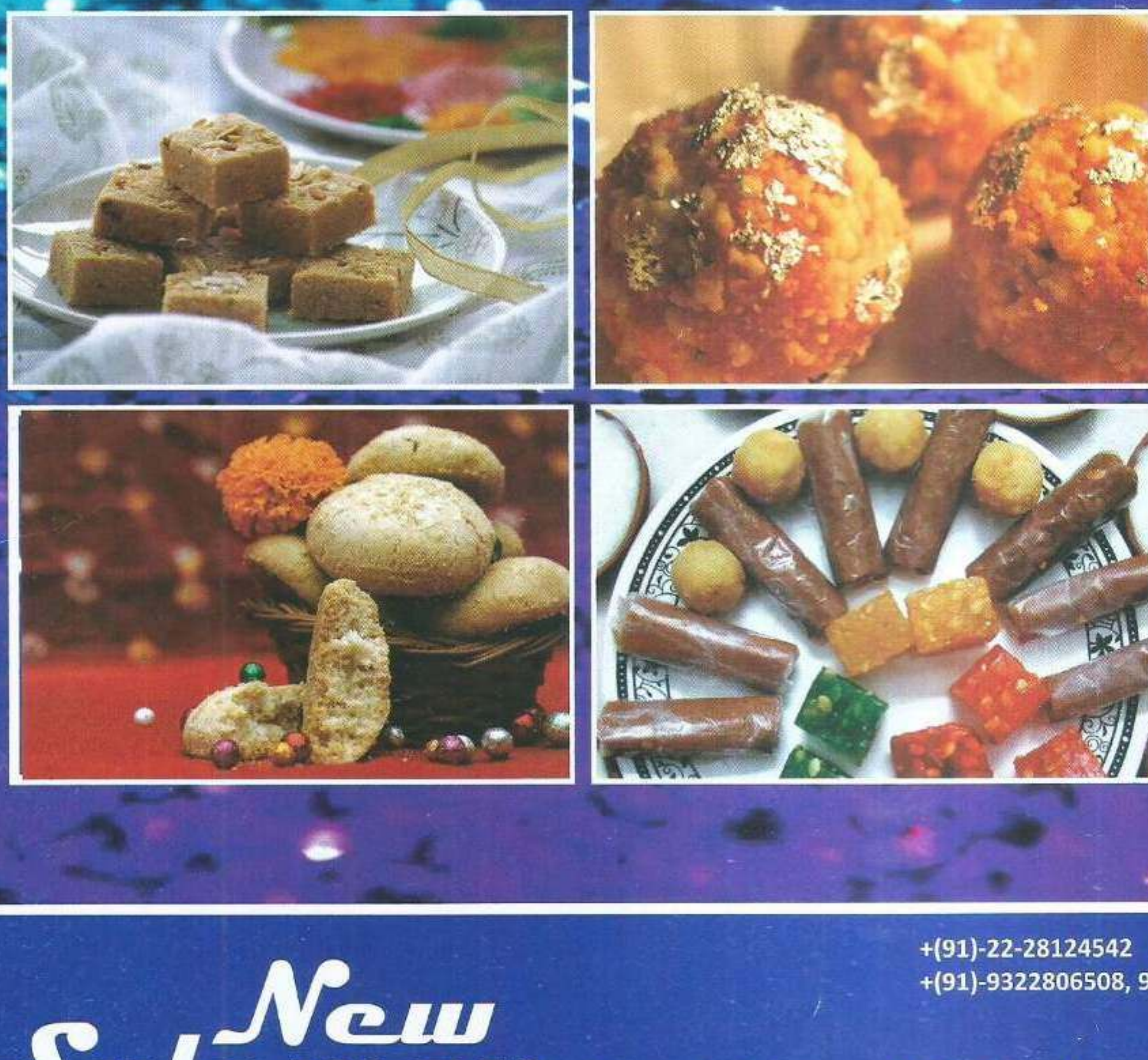
۲۔ جناب اسماعیل فصاحتی۔ پورا نام محمد اسماعیل خاں تھا۔ والد بزرگ کا نام حاجی محمد ابراہیم خاں اور والدہ کا نام فاطمہ بیگم تھا۔ آپ شہر رودر پور اتراکھنڈ میں ۱۹۶۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۹۴ء میں حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کے دست مبارک پہ مرید ہو گئے۔ آپ نہایت ہی با اخلاق انسان تھے۔ پیرومرشر اور مرشد زادوں سے نہایت ہی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ خدمت خلق آپ کا ذاتی شوق تھا۔ بالآخر مختصر بیماری کے باعث ۵۴ر سال کی عمر میں ۲۷ر ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۷ر فروری ۲۰۱۵ء بروز منگل بوقت فجر وفات کر گئے۔ بعد نماز ظہر رودر پور میں آسودۂ خاک ہوئے۔

۳۔ جناب مصطفےٰ فصاحتی۔ آپ کا پورا نام مصطفےٰ تھا۔ آپ سلیمان ضلع پرتاپ گڈھ کے رہنے والے تھے۔ اور حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ بزرگوں سے آپ کو بہت گہرا لگاؤ تھا۔ اعراس مبارک میں آپ کی شرکت ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ آپ بہت ہی بلند اخلاق کے انسان تھے۔ یکم جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۲ر مارچ ۲۰۱۵ء کو وفات فرمایا اور اپنے وطن سلیمان میں سپرد خاک ہوئے۔

۴۔ جناب آصف فصاحتی۔ پورا نام محمد آصف خاں تھا اور والد کا نام حبیب خاں جبکہ والدہ کا نام زینب بائی۔ ۱۹۶۰ء میں ڈمری کھڑک ممبئی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم ادھوری چھوڑ کر کسب معاش کے لئے تیل کا کاروبار کر لیا۔ حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کے پہلے سفر مسعود کے موقع پر ممبئی میں مرید ہو گئے۔ ۱۹۸۵ء میں شادی کی۔ ۱۹۸۷ء میں ممبرا آ گئے اور تاحیات یہیں رہے ۳ر شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ر مئی ۲۰۱۵ء بروز سوموار حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات فرما گئے۔ اور اسی دن دوپہر کے بعد درگاہ قبرستان امرت نگر میں حوالۂ خاک ہوئے۔ تین لڑکے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑے۔ مرحوم نہایت ہی دیانت دار، خوش مزاج انسان تھے۔ اور ایک سچے عاشق صادق مرید کے طور پہ مشہور تھے۔

۵۔ جناب عبدالواحد فصاحتی۔ آپ کا پورا نام عبدالواحد جبکہ والد بزرگ کا نام عبدالکریم تھا۔ ۱۹۶۷ء میں قصبہ بہیڑی سے ترک سکونت کر کے شہر لکھنؤ میں فروکش ہوئے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۸۰ء میں شادی ہوئی۔ آپ سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے بے پناہ خدمتیں انجام دیں۔ آپ سرکاروں کے حضور نہایت ہی نیاز مندانہ طریقے سے پیش آتے تھے۔ آپ بڑے مخلص المزاج انسان تھے۔ زائرین کرام کی سہولتوں کا آپ بڑا خیال رکھتے اور لنگر خانہ میں بڑے مستعد نظر آتے اور اپنا رفریضۂ حق ادا کرتے۔ آپ کو شوگر کی مہلک بیماری نے گھیر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کی صحت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک خراب ہو گئی کہ آپ ۱۸ر شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۴ر اگست ۲۰۱۵ء بروز منگل وفات فرما گئے۔ اور آپ وہیں آرام فرما ہوئے جو در غلامان شاہ رضا کے لئے جنت نشاں ہے یعنی اسلامیہ قبرستان نزد دادا میاں کا آستانہ لکھنؤ۔

۶۔ صوفی عبدالغنی راحتی۔ آپ طول العمر تھے اور آپنے تین بابرکت ہستیوں کا دور مسعود ملاحظہ فرمایا۔ حضور سند السالکین حضرت خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ کے آپ مرید ہی تھے۔ اس کے علاوہ حضور سند الاولیاء حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ اور حضور اسد الاولیاء حضرت قبلہ محمد صباحت حسن شاہ مدظلہ العالی کا، آپ نے عرس شاہ رضا میں بے شمار خدمتیں انجام دی ہیں۔ آپ کے سر عرس شاہ رضا میں الیکٹرانک کی ہمیشہ ذمہ داری رہا کرتی تھی۔ جسے آپ بڑی خوبصورتی کے ساتھ نبھاتے تھے۔ آپ بڑے پرلطیف انسان تھے اپنی لطافت سے ہر ایک کو مسرور رکھتے تھے۔ آپکی وفات مورخہ ۶ر ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۲ر اگست ۲۰۱۵ء بروز سنیچر لکھنؤ میں ہوئی اور اسی روز شام میں درگاہ شاہ رضا کے پاس اسلامیہ قبرستان لکھنؤ میں سپرد خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات پر سرکاروں کے وسیلے سے ابر رحمت عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ ان حضرات کے بھی قبر انور پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوں جنکے بارے میں علم نہ ہو سکا کہ وہ دنیا میں نہیں رہ گئے۔ اور وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کے پس ماندگان کے سروں پہ اپنی چادر رحمت قائم رکھے
۔ آمین





BOOK YOUR COPY TODAY !!

Shah-e-raza Publications

Call : 9319232582, 9170183176 or email : serpublications@gmail.com



Design@Saif #+91 9956638786